

انسان اور کائنات

کی  
تخلیق و ارتقاء

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز



# انسان اور کائنات کی

## تخلیق و ارتقاء

قرآن اور جدید انسانی تحقیقات کا تقابلی مطالعہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

[www.Minhaj.org](http://www.Minhaj.org) - [www.Minhaj.biz](http://www.Minhaj.biz)

جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	انسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
پروف ریڈنگ	:	حافظ محمد بنیامین
زیر اہتمام	:	فریڈملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ <a href="http://www.Research.com.pk">www.Research.com.pk</a>
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعت نمبر 1	:	جنوری 1991ء (1,100)
اشاعت نمبر 2	:	مئی 1992ء (4,000)
اشاعت نمبر 3 تا 7	:	جولائی 1997ء تا فروری 2004ء (5,400)
اشاعت نمبر 8	:	ستمبر 2005ء (1,100)
اشاعت نمبر 9	:	نومبر 2010ء (1,200)
اشاعت نمبر 10	:	اپریل 2013ء
تعداد	:	1,200
قیمت	:	120/- روپے

ISBN 969-32-0034-9

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریک منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔

[fmri@research.com.pk](mailto:fmri@research.com.pk)





مَوْلَانِي صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا  
عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ  
مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَالْقَلْبَيْنِ  
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

صَلَّىٰ اللهُ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ



گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفیکیشن نمبر ایس او (پی۔ اے۔ ۱۱)۔ ۳۰/۱۔ ۸۰ پی آئی وی مورخہ  
۳۱ جولائی ۸۳، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷۔ ۳۔ ۲۰ ای جزل و ایم  
۳۰/۱۔ ۹۷۔ ۷۳ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء، شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت کی چٹھی  
نمبر ۱۱۲۳۳۔ ۱۶۷۔ این۔ ۱/۱۔ ڈی (لابیری) مورخہ ۳۰ اگست ۸۶ء اور آزاد حکومت  
ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ / ۶۳۔ ۸۰۶۱ / ۹۲ مورخہ ۲  
جون ۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں میں  
تمام کالجوں اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

## فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۳	حصہ اول: تخلیق انسان	۱
۱۵	حیات عالم میں نظام ربوبیت کے مظاہرے	
۱۵	امر تخلیق اور اصول ارتقاء	
۱۷	نظام ربوبیت اور انسانی زندگی کا کیمیائی ارتقاء	۲
۱۸	۱- تراب	
۱۹	۲- ماء	
۱۹	۳- طین	
۲۰	۴- طین لازب	
۲۰	۵- سلسل من حماسنون	
۲۳	۶- سلسل کالغجار	
۲۳	۷- سلسل من طین	
۲۵	تخلیق آدم علیہ السلام اور تشکیل بشریت	
۲۶	بشریت محمدی ﷺ کی جوہری حالت	
۲۹	جوہر بشریت محمدی اور اسم مصطفیٰ ﷺ	
۳۱	نظام ربوبیت اور انسانی زندگی کا حیاتیاتی ارتقاء	۳
۳۱	۱- نظام ربوبیت اور رحم مادر میں خلیاتی تقسیم کا سلسلہ	
۳۳	۲- نطفہ امشاج سے کیا مراد ہے؟	
۳۵	۳- خلیاتی تقسیم کا نظام اور انسانی زندگی کا ارتقاء	
۳۶	۴- نفس واحدہ کیسے وجود میں آتا ہے	
۳۶	۵- انڈے کا رحم مادر میں منتقل ہونا	
۳۷	۶- ملتقہ کا وجود میں آنا	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۳۸	نظام ربوبیت اور رحم مادر میں انسانی وجود کی تشکیل و ارتقاء	
۴۱	بچے کا بطن مادر میں تین پردوں میں تشکیل پانا	
۴۷	ربوبیت الہیہ اور انسانی تکوین میں حسن نظم	
۴۸	انسانی تکوین و وجود کے چار مرحلے	
۵۲	دوران حمل نظام ربوبیت کے مظاہر	
۵۲	انسان کا شعوری ارتقاء اور نظام ربوبیت	
۵۳	انسانی زندگی اور اقسام ہدایت	۳
۵۴	۱۔ ہدایت فطری	
۵۵	۲۔ ہدایت حسی	
۵۶	۳۔ ہدایت عقلی	
۵۷	۴۔ ہدایت قلبی	
۵۷	۵۔ ہدایت ربانی	
۶۰	انسانی زندگی اور مختلف ذرائع علم	۵
۶۱	۱۔ حواس خمسہ ظاہری	۶
۶۱	۱۔ قوت لامہ	
۶۱	۲۔ قوت باصرہ	
۶۱	۳۔ قوت سامعہ	
۶۱	۴۔ قوت ذائقہ	
۶۱	۵۔ قوت شامہ	
۶۲	حواس خمسہ ایک دوسرے کا بدل نہیں بن سکتے	
۶۲	حواس ظاہری کا دائرہ محدود ہے	
۶۴	ایک لطیف تمثیل	



صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶۳	انسانی جسم میں عقل کا کردار	
۶۴	انسانی حواس کی بے بسی	
۶۵	۲۔ حواس خمسہ باطنی	۷
۶۵	حس مشترک	
۶۵	حس خیال	
۶۵	حس واہمہ	
۶۵	حس حافظہ	
۶۵	حس متصرفہ	
۶۸	۳۔ انسانی قلب کے لطائف	۸
۷۰	انسانی بے بسی اور علم نبوت کا فقدان	
۷۴	حصہ دوم: تخلیق کائنات	۹
۷۵	قرآن کے سائنسی مطالعے کی حکمت	
۷۷	نظام ربوبیت اور کائنات کا طبعی ارتقاء	
۷۷	تخلیق کائنات کے چھ ادوار	
۷۸	تخلیق کائنات اور آٹھ قرآنی اصول	
۸۰	چھ ایام سے کیا مراد ہے؟	
۸۴	تصور تخلیق کے عناصر اربعہ	۱۰
۸۴	۱۔ تخلیق کائنات کا آغاز ایک تخلیقی وحدت سے ہوا (قرآن اور جدید سائنس)	
۸۶	توسیع خلق کائنات اور قرآن	
۸۷	کائنات نقا _____ نفتقنہما	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۸۷	اصول تخلیق، خلقی وحدت کی تقسیم اور نور محمدی ﷺ	
۹۰	قرآنی صداقت کی ایک اور ایمان افروز تائید	
۹۰	سائنسی تحقیق اور ثبوت قیامت	
۹۱	Beginning with a Bang	۱۱
۹۲	Beyond the ultimate black holes	۱۲
۹۳	مذکورہ سائنسی حقائق قرآن و حدیث کی روشنی میں	
۹۸	۲۔ ابتدائے تخلیق میں دہانی حالت کا پایا جانا	
۹۸	آسمان کی حقیقت	
۱۰۲	سائنس تخلیق سماوی کے باب میں بھی قرآن کی تصدیق کرتی ہے	
۱۰۳	۳۔ زمینی زندگی کا آغاز پانی سے ہونا	
۱۰۵	۴۔ چھ ادوار تخلیق کے دو تدریجی مرحلے	
۱۰۸	مرحلہ مابعد ظہور حیات	
۱۰۹	یوم الثالث، یوم الرابع، یوم الخامس، یوم السادس	
۱۱۰	یوم السادس کے انسان کی شان امتیاز	
۱۱۲	ایک سائنسی مغالطہ کا ازالہ	
۱۱۳	ربوبیت خود ایک نظام بھی ہے اور آئینہ دار وحدت بھی	
۱۱۳	۱۔ نظام ربوبیت ایک باقاعدہ نظام ہے	
۱۱۶	۲۔ نظام ربوبیت اصول وحدت پر دلالت کرتا ہے	
۱۱۸	نظام ربوبیت اور قرآن کی دعوت فکر	
۱۲۰	نظام کائنات ربوبیت الہیہ پر دلیل ناطق ہے	



## سر آغاز

کائنات کی ہر شے میں نظام حرکت و تغیر کار فرما ہے جس کے تحت ہر چیز ارتقائی سفر طے کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ کاروان وجود میں ٹھہراؤ اور انجامد ہرگز نہیں بلکہ یہ لحظہ بہ لحظہ تازہ شان کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی علوم و افکار بھی اس قدرتی نظام کے زیر اثر پیہم تغیر پذیر رہے ہیں۔ اس دو ٹوک اصول کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اس امر کی خود بخود تصدیق ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی (ﷺ) کو ہر دور میں اس علوم و افکار کی یلغار کا مقابلہ کرنا پڑا۔ قرآنی علوم کی عظمت و شوکت برقرار رکھنے اور اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ چونکہ خود رب کائنات نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے اس لئے اس ذات حکیم و علیم نے ہر دور میں حاملین دین میں سے ایسی نابغہ روزگار شخصیات پیدا کیں جنہوں نے اس چیلنج کو اپنا مذہبی، دینی اور ملی فریضہ سمجھتے ہوئے قبول کیا۔ ہر دور میں نامور مسلمان علماء و مفکرین نے رائج الوقت علمی، فکری رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و سنت پر مبنی تعلیمات کی مطلوبہ تشریحات پیش کیں۔ یہ حقیقت ایک طرف قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی عظمت، ان کی تعلیمات میں وسعت و ہمہ گیریت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور دوسری طرف ان شارحین کی ناقابل فراموش دینی خدمات پر مہر تصدیق ہے جنہوں نے مختلف النوع عصری چیلنجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قرآن و حدیث سے ہر نئی تحقیق کا ثبوت فراہم کیا اور یوں انہوں نے ہر دور کے سامنا بن علم و فکر کو دین مبین کے دامن سے وابستہ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور کاوشوں کے بل بوتے پر یہ واضح کیا کہ ہر دور میں انسانی علم اپنی ترقی کی معراج کو پا کر بھی علوم نبوت کی دہلیز پر سر تسلیم خم ہے۔

آج کا دور سائنسی ترقی کا دور ہے۔ جدید سائنسی حوالے سے دین کی خدمت و اشاعت کی مسقدر ضرورت آج ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ ان جدید سائنسی



علوم کی ترقی ہمارے لئے ایسا چیلنج ہے جس کا مقابلہ عصر حاضر کا اہم ترین دینی تقاضا ہے۔ اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ہماری جدید تعلیم یافتہ نسل نئے نئے علوم و افکار کی پکا چوند سے ذہنی و فکری طور پر احساس کمتری کا شکار ہو کر دین اسلام سے گریزاں ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ غیر مسلم مفکرین نے اس دور رس خطرناک منصوبے پر برسوں سر جوڑ کر سوچا اور کامیاب عملی کوششیں کیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام کو ہم بجا طور پر دین فطرت تسلیم کرتے ہیں اور خالق کائنات نے بار بار یہ باور کرایا ہے کہ حاملین قرآن کے ذمے تسخیر کائنات کا فریضہ ہے جبکہ موجودہ صورت حال میں تو ترقی یافتہ اقوام کے ساتھ شانہ بشانہ چلنا مشکل نظر آتا ہے کجا ان پر غلبہ و تسخیر! اس کا علاج صرف اور صرف عسکری اور اقتصادی میدان میں ترقی ہے جو کلیتاً سائنسی علوم میں مہارت کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس چیلنج کا مقابلہ ان جدید سائنسی تحقیقات اور علوم و فنون کی تردید سے ہرگز ممکن نہیں۔ اس کا اثر نہ صرف علمی و فکری اعتبار سے واضح ہو چکا ہے بلکہ اس کی سیاسی و اقتصادی اہمیت اس قدر مسلم ہو چکی ہے کہ ہم بحیثیت قوم اس حیرت انگیز ترقی سے صرف نظر کر کے اقوام عالم کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ اس وقت تبلیغ دین کے سلسلے میں جتنی جماعتیں، فورم اور تنظیمات سرگرم عمل ہیں ان کے لئے جو چیز سب سے اہم اور اسلامی فکر کی اشاعت کے ضمن میں سب سے بڑی حکمت کہلا سکتی ہے وہ دین کی عصری علوم کے شانہ بشانہ ایسی توضیحات و تشریحات ہیں جن سے اسلامی تعلیمات کی ان علوم کے ساتھ نہ صرف موافقت بلکہ فوقیت متحقق ہو۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اس دور کی مقتضیات کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و سنت کے پیغام کو دوسروں تک پہنچائیں اور یہ ثابت کریں کہ اگر سائنسی علوم نے اتنی ترقی کر لی ہے تو اسلام اس ترقی کے منافی ہرگز نہیں بلکہ قرآن و حدیث نبوی ﷺ (جو اسلامی تعلیمات کے بنیادی سرچشمے ہیں) میں بیان کردہ حقائق کے سامنے جملہ سائنسی تحقیقات اپنی تمام تر رفعتوں کے باوجود بیچ ہیں۔ ہمیں دلائل و براہین کے ساتھ جدید علوم و فنون سے تعلق رکھنے



والے غیر مسلم (Scholars) پر پورے اعتماد سے واضح کرنا چاہئے کہ قرآنی علم کا معیار موجودہ علمی ترقی سے بھی بہت بلند ہے کیونکہ ابھی تو اس کے نزول کے بعد انسانیت نے صرف چودہ سو سال کا مختصر زمانی سفر طے کیا ہے جبکہ اس کائنات کا سفر خدا جانے کتنے لاکھوں سال بعد قیامت پر منتج ہو گا اور قیامت تک یہ قافلہ نہ جانے کتنے ارتقائی مراحل طے کرتا ہو اس منزل کو پاسکے گا جس کے متعلق قرآن نے آج سے چودہ صدیاں پہلے ہمارے آقا و مولا نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس کے ذریعے نشانہ ہی فرمادی ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات کے بے شمار حقائق ابھی غیر معروف ہیں ان تک سائنسی علوم کی رسائی تاحال نہیں ہو سکی اور بقول اقبالؒ

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید  
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

ان تقاضوں کے پیش نظر مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عالمی اسلامی تحریک، تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے نسل نو کے ذہنی رجحان اور اس رجحان میں کار فرما مغرب پسندی کا رخ تبدیل کرنے کے لیے مثبت اور کامیاب ترین کوششیں کی ہیں جس کی تصدیق ہر ذی شعور اور حقیقت پسند شخص کرتا ہے۔ یہ کتاب ”انسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء“ آپ کی شاندار خدمات میں سے ایک ہے۔ قرآن اور جدید سائنسی تحقیقات کے تقابلی جائزے پر مشتمل یہ مختصر مگر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں انسان یعنی عالم اصغر کی تخلیق کا مرحلہ وار ذکر ہے اور دوسرا حصہ کائنات یعنی عالم اکبر کے تخلیق و ارتقاء کے ذکر پر مشتمل ہے۔ ”اسلام اور سائنس“ کے موضوع پر لکھی گئی جملہ کتب میں اس کا نمایاں مقام تو اس کے تفصیلی اور بغور مطالعے کے بعد ہی متعین ہو گا لیکن ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ یہ تحریر بیک وقت ہمارے علماء، سائنسدانوں، مفکرین و متعلمین کے لئے راہنمائی فراہم کرے گی۔

علی اکبر الازہری





حصہ اول

تخلیق انسان





## حیات عالم میں نظام ربوبیت کے مظاہر

رب العالمین کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کائنات جملہ عوالم اور مظاہر حیات کی تخلیق و تکمیل کے مسلسل نظام ارتقاء سے گزر رہی ہے کیونکہ رب یوب اور ربوبیت و ربوبیت کا معنی ارتقائی تدریجی اور مرحلہ وار پرورش کے مفہوم پر ہی دلالت کرتا ہے۔ باری تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق اور فعل کی تکمیل کے بیان کے لئے اپنی صفت ربوبیت کو منتخب فرمایا ہے۔ جس سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ قرآن تصور ربوبیت کی صورت میں اپنا نظریہ ارتقاء دے رہا ہے جس کا ثبوت ہمیں انفس و آفاق کے دونوں عالموں میں واضح طور پر میسر آتا ہے اور رب العالمین کے الفاظ کے ذریعے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ کائنات ہمیں جس شکل میں آج نظر آ رہی ہے یہ اس کی وہ اصل ابتدائی شکل نہیں جس میں اسے اولاً تخلیق کیا گیا تھا بلکہ یہ تخلیقی ارتقاء کے مختلف مراحل اور مدارج طے کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے۔

### امر تخلیق اور اصول ارتقاء

قرآن مجید رب العالمین کی شان تخلیق کو دو الفاظ امر اور خلق کے ذریعے واضح کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

أَلَا لَنَا الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ  
(الاعراف، ۷: ۵۴)

خبردار! اسی کے لئے ہے خلق بھی اور امر بھی

اس حوالے سے امر 'ابداع' (عدم سے وجود میں لانا) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خلق کا ایک استعمال ابداع کے مقابلے میں ايجاد الشیئی من الشیئی (ایک شے سے دوسری شے وجود میں لانا) کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس معنوی جہت کی بنا پر تخلیق کے دو مرحلے ہیں جو ربوبیت الہیہ کے فیضان سے مکمل ہوتے ہیں۔ امر پہلا مرحلہ ہے اور خلق دوسرا۔ خلق کی تعریف انگریزی زبان میں یوں کی جاسکتی ہے۔

Khalq is to create a new object from the existing constituents. Which means appearance of an object in its manifest form



امر کہ ان الفاظ میں واضح کیا جاسکتا ہے۔

Amr is a process of becoming, prior to the stage of Khalq which means coming of an object in its original existence

امر و خلق کے مراحل میں جو ارادہ ربوبیت اور الوہی فلسفہ کار فرما ہوتا ہے

اسے مشیت (Mashiyyat) کہتے ہیں۔ ارشاد قرآنی ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یسین ۳۶: ۸۲)

(وجود میں لانا) چاہے تو اس سے فرماتا

ہے ہو جا تو ہو جاتی ہے۔

اس شے کا ہو جانا کیا ہے 'یہ بھی ایک عمل ارتقاء ہے جو فوری طور پر وجود

میں آجاتا ہے تو جب کن ارادہ حق یا مشیت ربانی سے اس شے کو جس کا وجود پہلے فقط

درجہ علم میں ہوتا ہے دو صفات عطا کر دی جاتی ہیں۔

۱۔ منظریت (Objectivity)

۲۔ استمرار (Persistence / Existence)

جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شے وجود علمی سے وجود خارجی میں منتقل ہو جاتی

ہے۔ اب دیکھے جانے کے قابل ہو جاتی ہے اور برقرار رہ سکتی ہے۔ یہ عالم غیر نائی

(inorganic World) کا آغاز ہوتا ہے۔ جمادات وغیرہ کا تعلق اسی عالم سے ہے

بعد ازاں اسے امر کن کے فیضان مسلسل سے صفت نمو (Organism) عطا کر دی

جاتی ہے اور عالم نائی (Organic World) وجود میں آجاتا ہے۔ نباتات کا تعلق

اس عالم سے ہے پھر اس عالم سے امر کن کے ذریعے سے ہی شعور

(Conscience) کا اضافہ کیا جاتا ہے تو عالم حیوانات (Animal World) کا

نمور عمل میں آتا ہے۔ پھر ہر عالم کے اندر ایک جداگانہ نظام ارتقاء ہے جس سے سلسلہ

تخلیق کو وسعت ملتی چلی جاتی ہے۔ یہ سب مادی کائنات کا سلسلہ تخلیق ہے جسے عرف عام

میں عالم خلق سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی طرح غیر مادی یا فوق الطبعی کائنات بھی ہے



نتہ عرف عام میں عالم امر سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا بھی ایک سلسلہ تخلیق ہے جو جداگانہ نظام ارتقاء پر مبنی ہے، یہ انوار و ارواح کا عالم ہے اس کے ارتقائی اور توسیعی سلسلے پر کچھ روشنی اس حدیث نبوی ﷺ سے پڑتی ہے جس میں حضرت جابر بن عبد اللہ حضور ﷺ سے دریافت کرتے ہیں۔

ہابی انت وامی اخبرنی عن اول  
شیئی خلق اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء  
قال جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل  
الاشیاء نور نَبیک من نورہ  
(المواہب اللدنیہ، ۱ : ۹)  
(زر قانی علی المواہب اللدنیہ، ۱ : ۳۶)  
(السیرۃ الحلویہ، ۱ : ۳۰)

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر  
فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے  
پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔  
آپ نے فرمایا، اے جابر! اللہ تعالیٰ نے  
تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے  
نور کے فیض سے پیدا کیا

اس حدیث سے بھی اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ تخلیق موجودات کے سارے نظام میں شان ربوبیت کی کار فرمائی نے ارتقاء اور تدریج پیدا کر دیا ہے سو ہر چیز خواہ اس کا تعلق کسی بھی عالم سے ایک ارتقائی نظام کے تحت وجود میں آئی۔ یہی رب العالمین کا مفہوم ہے۔

### نظام ربوبیت اور انسانی زندگی کا کیمیائی ارتقاء

جس طرح عالم آفاق کے جلوے اجمالا عالم انفس میں کار فرما ہیں اسی طرح نظام ربوبیت کے آفاقی مظاہر پوری آب و تاب کے ساتھ حیات انسانی کے اندر جلوہ فرما ہیں۔ انسان کے احسن تقویم کی شان کے ساتھ منضہ خلق پر جلوہ گرنے سے پہلے اس کی زندگی ایک ارتقائی دور سے گزری ہے۔ یہی اس کے کیمیائی ارتقائی (Chemical Evolution) کا دور ہے۔ جس میں باری تعالیٰ کے نظام ربوبیت کا مرآہ بجائے خود ایک دلچسپ اور نہایت اہم موضوع ہے۔ یہ حقائق آج صدیوں کے بعد سائنس کو معلوم ہو رہے ہیں جبکہ قرآن انہیں چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی زندگی کا کیمیائی ارتقاء کم و بیش



سات مرحلوں سے گزر کر تکمیل پذیر ہوا جو درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ تراب (Inorganic Matter)
  - ۲۔ ماء (Water)
  - ۳۔ طین (Clay)
  - ۴۔ طین لازب (Adsorbable or Adsorptive Clay)
  - ۵۔ صلصال من تمام مسنون (Old. Physically and Chemically Altered Mud)
  - ۶۔ صلصال کالفخار (Dried and Highly Purified Clay)
  - ۷۔ سلالہ من طین (Extract of Purified Clay)
- قرآن مجید مذکورہ بالا سات مرحلوں کا ذکر مختلف مقامات پر یوں کرتا ہے۔

### ۱۔ تراب (Inorganic Matter)

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ  
(المومن ۳۰: ۶۷)

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی یعنی غیر نامی مادے سے بنایا۔

اس آیت کریمہ میں آگے حیاتیاتی ارتقاء کے بعض مراحل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً ثم من نطفة ثم من علقة ثم بخر جکم طفلا لیکن قابل توجہ پہلو یہ بھی ہے کہ انسانی زندگی کے ان ارتقائی مرحلوں کا ذکر باری تعالیٰ نے اپنی صفت رب العالمین کے بیان سے شروع کیا ہے اس سے پہلی آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

وَأَبْرَأْتُمْ أَنْ أَسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ  
(المومن ۳۰: ۶۶)

اور مجھے حکم ہوا ہے کہ اس کے سامنے گردن جھکاؤں جو سارے عوالم اور ان کے مظاہر حیات کو درجہ بدرجہ مرحلہ وار کماں تک پہنچانے والا ہے۔

یہاں اپنی شان رب العالمین کا ذکر کر کے ساتھ ہی دلیل کے طور پر انسانی زندگی کا ارتقاء کر دیا گیا ہے جس سے واضح طور پر یہ سبق ملتا ہے کہ قرآن باری تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کو انسانی زندگی کے نظام ارتقاء کے ذریعے سمجھنے کی دعوت دے

رہا ہے کہ اے نسل بنی آدم! ذرا اپنی زندگی کے ارتقاء کے مختلف ادوار و مراحل پر غور کرو کہ تم کس طرح مرحلہ وار اپنی تکمیل کی طرف لے جائے گئے۔ کس طرح تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کیا گیا اور کس طرح تم بالاخر احسن تقویم کی منزل کو پہنچے۔ کیا یہ سب کچھ رب العالمین کی پرورش کا منظر نہیں ہے جس نے تمہیں بجائے خود ایک عالم بنا دیا ہے۔

### ۲- ماء (Water)

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ بَيْنَ الْمَاءِ بَشَرًا  
(الفرقان، ۲۵: ۵۴) اور وہی ہے جس نے آدمی کی تخلیق پانی سے کی۔

آیت کریمہ میں بھی تخلیق انسانی کے مرحلے کے ذکر کے بعد باری تعالیٰ کی شان ربوبیت کا بیان ہے۔

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا  
(الفرقان، ۲۵: ۵۴) اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

گویا یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ تخلیق انسانی کا یہ سلسلہ باری تعالیٰ کے نظام ربوبیت کا منظر ہے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ  
(الانبیاء، ۲۱: ۳۰) اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی کے ذریعے تخلیق کیا۔ کیا وہ (پھر بھی) ایمان نہیں لاتے؟

یہ آیت کریمہ حیات انسانی یا حیات ارضی کے ارتقائی مراحل پر تحقیق کرنے والے سائنسدانوں کے لئے دعوت فکر بھی ہے اور دعوت ایمانی بھی۔

### ۳- طین (Clay)

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ  
(الانعام، ۶: ۱۲) وہی ہے جس نے تمہیں گارے سے بنایا۔



یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ مترجمین قرآن نے بالعموم تراب اور طین دونوں کا معنی مٹی کیا ہے۔ جس سے ایک مغالطہ پیدا ہو سکتا ہے کہ آیا یہ دو الگ مرحلے ہیں یا ایک ہی مرحلے کے دو مختلف نام۔ اس لئے ہم نے دونوں کے امتیاز کو برقرار رکھنے کے لئے طین کا معنی گارا کیا ہے۔ تراب اصل میں خشک مٹی کو کہتے ہیں بلکہ امام راغب فرماتے ہیں۔ التراب 'الارض نفسها' (تراب سے مراد فی نفسہ زمین ہے) جبکہ طین اس مٹی کو کہتے ہیں جو پانی کے ساتھ گوندھی گئی ہو جیسا کہ مذکور ہے۔

الطين 'التراب والماء المختلط'  
(المفردات)  
مٹی اور پانی باہم ملے ہوئے ہوں تو اسے  
طین کہتے ہیں۔

اسی طرح کہا گیا ہے۔

الطين: التراب الذي يجبل بالماء  
(المسجد)  
طین سے مراد وہ مٹی ہے جو پانی کے  
ساتھ گوندھی گئی ہو۔ (اسی حالت کو گارا  
کہتے ہیں)

اس لحاظ سے یہ ترتیب واضح ہو جاتی ہے۔ مٹی..... پانی..... گارا

### طین لازب (Adsorbable or Adsorptive Clay)

إِنَّا خَلَقْنَا هُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ  
(الصافات ۷۳: ۱۱)

طین لازب، طین کی اگلی شکل ہے جب گارے کا گاڑھا پن زیادہ ہو جاتا ہے تو کہا گیا ہے۔

اذا زال عنه (الطين) قوة الماء فهو  
طین لازب

جب گارے سے پانی کی سیلانیت زائل ہو جائے تو اسے طین لازب کہتے ہیں۔

یہ وہ حالت ہے جب گارا قدرے سخت ہو کر چپکنے لگتا ہے۔

### ۵۔ صلصال من حمأ مسنون

(Old, Physically and Chemically Altered Mud)



وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ  
حَمِئٍ مَسْنُونٍ (المجر، ۱۵: ۲۶)  
اور پیشک ہم نے انسان کو بھتی ہوئی مٹی  
سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا  
تھی۔

**صلصال:** اس آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ تخلیق انسانی کے کیمیائی ارتقاء میں یہ  
مرحلہ طین لازب کے بعد آتا ہے۔ یہاں سلصال (بھتی مٹی) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس  
کی اصل صل ہے اس کا معنی ہے۔

تردد الصوت من الشئ اليابس  
سمی الطین الجاف صلصالا  
(المفردات)  
خشک چیز سے پیدا ہونے والی آواز کا تردد  
یعنی کھٹکنا۔ اسی لئے خشک مٹی کو سلصال  
کہتے ہیں کیونکہ یہ بھتی اور آواز دیتی  
ہے۔

کہا گیا ہے:

الصلصال: الطین اليابس الذي يصل  
من بسه اى بصوت (المجرد)  
"صلصال" سے مراد وہ خشک مٹی ہے  
جو اپنی خشکی کی وجہ سے بھتی ہے یعنی  
آواز دیتی ہے۔

"صلصال" کی حالت گارے کے خشک ہونے کے بعد ہی ممکن ہے پہلے نہیں۔ کیونکہ  
عام خشک مٹی، نت تراب کہا گیا ہے۔ اپنے اندر بجنے اور آواز دینے کی صلاحیت نہیں  
رکھتی۔ لفظ صلصال اس اعتبار سے تو اب سے مختلف مرحلے کی نشاندہی کر رہا ہے۔  
اندا صلصال کا مرحلہ طین لازب یعنی پینکے والے گارے کے بعد آیا۔ جب طین لازب  
(پینکے والا گارا) وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خشک ہوتا گیا تو اس خشکی سے اس میں بجنے  
اور آواز دینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ یہ تو طبعی تبدیلی (Physical Change)  
تھی مگر اس کے علاوہ اس پر وقت گزرنے کے مرحلے (Process) میں صاف ظاہر ہے  
کیمیائی تبدیلی ناگزیر تھی جس میں اس مٹی کے کیمیائی خواص میں بھی تغیر آیا ہو گا۔ ان  
دونوں چیزوں کی تصدیق اس آیت کے اگلے الفاظ سے ہو جاتی ہے۔

"حمی" حرابت اور بخار کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ پینے کھولنے اور جلنے وغیرہ  
سے "ہنوں میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ ارشادات ربانی ملاحظہ ہوں۔



تَصَلَّى نَارًا أَحَابَسَهَا (الغاشیہ ۸۸:۴)  
 یَوْمَ بَعْمَى عَلَيَّهَا فِی نَارِ جَهَنَّمَ  
 (التوبہ ۹:۳۵)  
 جائیں گے بھڑکتی آگ میں۔  
 جس دن وہ جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمًا (النبا ۷۸:۲۳-۲۵)  
 اس میں نہ تو کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو سوائے کھولتے پانی کے۔

افترض "حما" میں اس سیاہ گارے کا ذکر ہے جس کی سیاہی، تپش اور حرارت کے باعث وجود میں آئی ہو گویا یہ لفظ جلنے اور سڑنے کے مرحلے کی نشانی کر رہا ہے۔

"سنون" اس سے مراد متغیر اور بدبودار ہے۔ یہ سن سے مشتق ہے جس کے معنی صاف کرنے، چمکانے اور صیقل کرنے کے بھی ہیں مگر یہاں اس سے مراد متغیر ہو جانا ہے۔ جس کے نتیجے میں کسی شے میں بو پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ احماء (جانے اور ساڑنے) کا لازمی نتیجہ ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَانظُرْ إِلَى طَعَابِكَ وَسَوَابِكِ لَمْ يَسْتَسْمِ  
 (البقرہ ۲:۲۵۹)  
 پس اپنے کھانے اور مشروب کی طرف دیکھو! طویل زمانہ گزر جانے کے باوجود متغیر اور بدبودار نہیں ہو یعنی تازہ رہا۔

جب گارے "طین لاذب" پر طویل زمانہ گزرا اور اس نے جلنے سڑنے کے مرحلے عبور کئے تو اس کا رنگ بھی متغیر ہو کر سیاہ ہو گیا اور جلنے کے اثر سے اس میں بو بھی پیدا ہو گئی۔ اسی کیفیت کا ذکر صلصال من حماء سنون میں کیا جا رہا ہے۔

کسی شے کے جلنے سے بدبو کیوں پیدا ہوتی ہے اس کا جواب بڑا واضح ہے کہ جلنے کے عمل سے کثافتیں سڑتی ہیں اور بدبو کو جنم دیتی ہیں جو کہ مستقل نہیں ہوتی۔ اس وقت تک رہتی ہے جب تک کثافتوں کے سڑنے کا عمل یا اس کا اثر باقی رہتا ہے اور جب کثافت ختم ہو جاتی ہے تو بدبو بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا گیا۔

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمٍ سُنُونٍ (الحج ۱۵:۲۶)  
 اس بھتی مٹی سے تخلیق کیا، جس کی اصل سیاہ بدبودار گارا تھا۔

گویا لفظ صلصال واضح کر رہا ہے کہ اس مرحلے تک پہنچتے پہنچتے مٹی کی سیاہی اور بدبو



وغیرہ سب ختم ہو چکی تھی اور اس کی کثافت بھی کافی حد تک معدوم ہو چکی تھی۔

### صلصال کالفخار (Dried and Highly purified Clay)

اس مرحلے کی نسبت ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ      اس نے انسان کو ٹھیکری جیسی خشک پکی  
(الرحمان ۵۵:۱۶)      ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔

سب پانے اور جلانے کا عمل مکمل ہوتا ہے تو گاراپک کر خشک ہو جاتا ہے

اس کیفیت کو کالفخار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس تشبیہ میں دو اشارے ہیں۔

ا۔ ٹھیکرے کی طرح پک کر خشک ہو جانا۔

ب۔ کثافتوں سے پاک ہو کر نہایت لطف اور عمدہ حالت میں آ جانا۔

لفظ فخار کا مادہ فخر ہے جس کے معنی مباہات اور اظہار فضیلت کے ہیں یہ فاخر

سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت فخر کرنے والا۔ فخار عام طور پر گھڑے کو بھی کہتے ہیں اور مترجمین و مفسرین نے بالعموم یہاں یہی معنی مراد لئے ہیں ٹھیکرا اور گھڑا چونکہ اچھی طرح پک چکا ہوتا ہے اور خوب بچتا اور آوازیں دیتا ہے گویا اپنی آواز اور گونج سے اپنے پکنے خشک اور پختہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے اس لئے اسے فخر کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ بھی اپنی فضیلت اور شرف کو ظاہر کرتی ہے۔

بعبور عن کل نفس بالفاخر يقال      ہر نفس اور عمدہ چیز کو فاخر کہتے ہیں۔

ثوب فاخرة وناقة فخور      اس لئے ثوب فاخر نفس کپڑے کو اور

(المفردات)      ناقہ فخور عمدہ اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔

اور فخار اسی سے مبالغہ ہے جو کثرت نفاست اور نہایت عمدگی پر دلالت کرتا ہے۔

ساحب المحیط بیان کرتے ہیں:

الفاخر اسم فاعل والجمید من کل      ”الفاخر“ اسم فاعل ہے اور ہر شے کا

شہنی (محیط المحیط)      عمدہ (حصہ) ہے۔

فخار میں عمدگی اور نفاست میں مزید اضافہ مراد ہے۔ اس معنی کی رو سے

اظہار شرف کی بجائے اصل شرف کی طرف اشارہ ہے۔ دونوں معانی میں ہرگز کوئی



تخالف اور تعارض نہیں بلکہ ان میں شاندار مطابقت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے باری تعالیٰ تخلیق انسانی کے سلسلہ ارتقاء کے ضمن میں اس مرحلے پر یہ واضح فرما رہے ہیں کہ وہ مٹی اور گاراجو بشریت کی اصل تھا۔ اس قدر تپایا اور جلایا گیا کہ وہ خشک ہو کر پکتا بھی گیا اور ساتھ ہی ساتھ مٹی پانی اور کثافتوں سے پاک صاف ہو کر نفاست اور عمدگی کی حالت کو بھی پا گئی۔ یہاں تک کہ جب وہ صلصال کالفخار کے مرحلے تک پہنچی تو ٹھیکرے کی طرح خشک ہو چکی تھی اور کثافتوں سے پاک ہو کر نہایت لطیف اور عمدہ مادے کی حالت اختیار کر چکی تھی۔ گویا اب ایسا پاک 'صاف' 'نفس' 'عمدہ اور لطیف مادہ تیار ہو چکا ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کی بشریت کا خمیر بنایا جاسکے۔ انسان اور جن کی تخلیق میں یہی فرق ہے کہ جن کی خلقت ہی آگ سے ہوئی مگر انسان کی خلقت میں صلصال کی پاکیزگی طہارت اور لطافت کے حصول کے لئے آگ کو محض استعمال کیا گیا۔ اسے خلقت انسانی کا مادہ نہیں بنایا گیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ  
وَ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ نَارٍ  
(الرحمان، ۵۵: ۱۳-۱۵)

اور اس نے آدمی کو بھتی مٹی سے بنایا۔  
ٹھیکری کی طرح خشک اور نفس اور جن  
کو آگ کے بے دھواں شعلے سے بنایا۔

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

وَ الْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ  
السَّمُومِ  
(الحجر، ۱۵: ۲۷)

اور جن کو انسان سے پہلے ہم نے بے  
دھوئیں کی آگ سے پیدا فرمایا۔

اس لئے خلقت انسانی کے مراحل میں آگ کو ایک حد تک دخل ضرور ہے  
مگر وہ جنات کی طرح انسان کا مادہ تخلیق نہیں۔

### سَلَالَةٌ مِنْ طِينٍ (Extract of Purified Clay)

ارشاد ایزدی ہے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ مُلَلٍّ مِنْ طِينٍ  
(المؤمنون، ۲۳: ۱۲)

اور بے شک ہم نے انسان کو مصفی (پنے  
ہوئے) گارے سے بنایا۔



اس میں گارے کے اس مصفی اور خالص نچوڑ کی طرف اشارہ ہے جس میں اصل جوہر کو چن لیا جاتا ہے۔ یہاں طین لازب کے تزکیہ و تصفیہ (Process of purification) کا بیان ہے۔ سللہ۔ سل بسل سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نکالنا، چننا اور میل پکیل سے اچھی طرح صاف کرنا شامل ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ سللہ من طین سے مراد الصفا الذی بسل من الارض ہے۔ یعنی مٹی میں سے چنا ہوا وہ جوہر ہے اچھی طرح میلے پن سے پاک صاف کر دیا گیا ہو۔ جس تلواری کی دھار خوب تیز کی گئی ہو اسے السیف السلسل کہتے ہیں۔ الغرض سللہ اس وقت وجود میں آتا ہے جب کسی چیز کو اچھی طرح صاف کیا جائے۔ اس کی کثافتوں اور میلے پن کو ختم کیا جائے اور اس کے جوہر کو مصفی اور مزکی حالت میں نکالا جائے۔ گویا سللہ کا لفظ کسی چیز کی اس لطیف ترین شکل پر دلالت کرتا ہے جو اس چیز کا نچوڑ اور جوہر کہلاتی ہے۔

### تخلیق آدم علیہ السلام اور تشکیل بشریت

کہہ ارض پر تخلیق انسانی کے آغاز کے لئے خیر بشریت اپنے کیمیائی ارتقاء کے کن کن مراحل سے گزرا، اپنی صفائی اور لطافت کی آخری منزل کو پانے کے لئے کن کن تغیرات سے نبرد آزما ہوا اور بالاخر کس طرح اس لائق ہوا کہ اس سے حضرت انسان کا بشری پیکر تخلیق کیا جائے اور اسے خلافت و نیابت الہیہ کے عالی شان منصب سے سرفراز کیا جائے۔ اس کا کچھ نہ کچھ اندازہ تو مذکورہ بالا بحث سے ضرور ہو سکتا ہے یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ ان ارتقائی مراحل کی جس ترتیب اور تفصیل کا ہم نے ذکر کیا ہے اسے حتمی نہ سمجھا جائے۔ کوئی بھی صاحب علم ان جزئیات و تفصیلات کے بیان میں اختلاف کر سکتا جو کچھ مطالعہ قرآن سے ہم پر منکشف ہوا ہم نے بلا تامل عرض کر دیا ہے۔ البتہ اس قدر حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آیات قرآنی میں مختلف الفاظ و اصطلاحات کے استعمال سے کیمیائی ارتقاء کے تصور کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔

جب ارضی خیر بشریت مختلف مراحل سے گزر کر پاک صاف ہو چکا اور اپنی جوہری حالت کو پہنچا تو اس سے باری تعالیٰ نے پہلے انسان کی تخلیق بصورت حضرت آدم



علیہ السلام فرمائی اور فرشتوں سے ارشاد فرمایا۔ کہ میں زمین میں خلیفہ پیدا فرمانے والا ہوں جس کا پیکر بشریت اس طرح تشکیل دوں گا۔ یہ تفصیلات (البقرہ ۲: ۳۰-۳۳) (المحجر ۱۵: ۲۶-۳۵) (الاعراف ۷: ۱۱-۱۶) اور دیگر مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔

فرشتوں کا اس خیال کو ظاہر کرنا کہ یہ پیکر بشریت زمین میں خونریزی اور فساد انگیزی کرے گا۔ اسی طرح ابلیس کے انکار سجدہ کے جواز کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت اور صلصال من حماء سنون کا ذکر کرنا وغیرہ یہ سب امور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی نظر انسان کی بشری تشکیل کے ابتدائی اور دورانی مراحل پر تھی اور وہ یہ خیال ان اجزائے ترکیبی کے خواص کے باعث کر رہے تھے جن کا استعمال کسی نہ کسی شکل میں اس پیکر خاک کی تخلیق میں ہوا تھا۔ وہ مٹی کی کثافت اور آگ کی حرارت جیسی اشیاء کی طرف دھیان کئے ہوئے تھے ان کی نظر مٹی کی اس جوہری حالت پر نہ تھی جو مصفی اور مزکی ہو کر سراسر کندن بن چکی تھی۔ جسے باری تعالیٰ سللۃ من طین سے تعبیر فرما رہا تھا۔ مٹی کی یہ جوہری حالت (سللہ) کیمیائی تغیرات سے تزکیہ و تصفیہ کے ذریعے اب یقیناً اس قابل ہو چکی تھی کہ اس میں روح الہیہ پھونکی جاتی اور نفع روح کے ذریعے اس کے پیکر کو فیوضات الہیہ کے اخذ و قبول اور انوار و تجلیات ربانی کے انجذاب کے قابل بنا دیا جاتا۔ اس لئے ارشاد فرمایا گیا:

فَإِذَا سَوَّيْتُمْ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي  
فَقَعُوا إِلَىٰ السَّجْدِ ۖ فَسُجِدُوا (المحجر ۱۵: ۲۹)  
پس جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس  
میں اپنی طرف سے خاص روح پھونک  
دوں تو اس کے لئے سجدے میں گر جاتا۔

چنانچہ بشریت انسانی کی اسی جوہری حالت کو سنوارا گیا اور اسے نفع روح کے ذریعے عِلْمُ آدَمَ الْأَسْمَاءِ كُلِّهَا (آدم کو تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا فرمایا) کا مصداق بنایا گیا اور تب ہی حضرت انسان مسجود ملائک ہوا۔

### بشریت محمدی ﷺ کی جوہری حالت

شیخ عبد اللہ بن الجابرہ اپنی کتاب ”سجد النفوس“ میں اور امام ابن سبع شفا الصدور میں کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے بشریت محمدی



ﷺ کو تخلیق فرمانا چاہا تو جبریل امین کو ارشاد فرمایا کہ وہ دنیا کے دل اور سب سے اعلیٰ مقام کی مٹی لے آئے تاکہ اسے منور کیا جائے۔

فهبط جبریل فی ملانکہ الفردوس . . . پس جبریل (علیہ السلام) مقام فردوس  
و ملانکہ الرفیع الاعلیٰ فقبض قبضہ اور رفیع اعلیٰ کے فرشتوں کے ساتھ  
الرسول اللہ ﷺ من موضع قبرہ اترے اور حضور (ﷺ) کے مزار  
الشریف وہی بیضاء سیرة فجنۃ اقدس کی جگہ سے رسول اللہ (ﷺ)  
بماء التفسیم فی معین انہار الجنہ کی بشریت مطہرہ کے لئے مٹی حاصل کی۔  
حتی صارت کالدرة البيضاء لہا وہ سفید رنگ کی چمکدار مٹی تھی پھر اسے  
شعاع عظیم جنت کی رواں نہروں کے دھلے اور اچلے  
(شفاء الصدور)

(شفاء الصدور)

(بجوة النفوس)

ساف کیا گیا کہ وہ سفید موتی کی طرح  
چمکدار ہو گئی اور اس میں سے نور کی  
عظیم کرنیں پھوٹنے لگیں۔

اس کے بعد ملائکہ نے اسے لے کر عرش النبی اور کرسی وغیرہ کا طواف کیا۔  
باہر تمام ملائکہ اور جمیع مخلوقات عالم کو حضور ﷺ اور آپ کی عظمت کی پہچان ہو  
گئی۔ حضرت ابن عباس سے اس ضمن میں اس قدر مختلف منقول ہے کہ آپ کے لئے  
خاک مبارک سرزمین مکہ کے مقام کعبہ سے حاصل کی گئی۔ صاحب عوارف المعارف  
نے بھی اس کی تائید کی گئی۔ ملاحظہ ہو (المواہب اللدنیہ از امام قسطلانی ۱: ۸)

شیخ یوسف بن اسماعیل البہانی بھی جو اہر العارف الہید عبد اللہ میر غنی کے  
تحت ان کی کتاب "الاسلہ النفسیہ" کے حوالے سے اس امر کی تائید کرتے ہیں۔ یہی  
وجہ ہے کہ حضور ﷺ کا پیکر بشریت بھی نور کی طرح لطیف تھا۔ سورج کی دھوپ اور  
چاندنی روشنی میں بھی آپ کا سایہ نہ تھا جیسا کہ قاضی عیاض نے تصریح کی ہے۔

انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس ولا حضور ﷺ کے پیکر اقدس کا سورج کی  
قمر لانہ کان نوراً (الشفاء ۱: ۵۲۲) دھوپ اور چاند کی چاندنی میں بھی سایہ  
نہ تھا کیونکہ وہ مجسم نور تھے۔



اس کی وضاحت ملا علی قاری "شرح الشفاء میں اس طرح کرتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کیونکہ نور کا سایہ عدم جرمیت یعنی کثافت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی اسی اصول کے تحت مکتوبات میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں اور امام نسفی نے "تفسیر المدارک" میں یہی بات حضرت عثمانؓ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔

وقال عثمان: ان الله ما اوقع ظلك  
على الارض لئلا يضع انسان قدمه  
على ذالك الظل  
(تفسیر المدارک، ۳: ۱۳۵)

حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ  
ﷺ آپ کا سایہ  
زمین پر نہیں پڑنے دیا کہ کہیں کسی  
شخص کا قدم آپ کے سایہ مبارک پر نہ  
آجائے۔

آپ ﷺ کی بشریت مطہرہ کے اس پاکیزہ اور نورانی جوہر کی حالت کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا پیکر اقدس سایہ سے پاک ہونے کے علاوہ اس امر سے بھی پاک تھا کہ اس پر کبھی مکھی بیٹھے جیسا کہ کتب سیر و فضائل میں سراہتا منقول ہے۔

ان الذباب كان لا يقع على جسده  
ولا ثيابه  
(الشفاء، ۱: ۵۲۲)

کبھی نہ آپ کے جسد اقدس پر بیٹھتی  
تھی اور نہ آپ کے لباس پر۔

حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔  
ان الله عصمك من وقوع الذباب  
على جسدك لانه يقع على النجاسات  
(تفسیر النسفی، ۳: ۱۳۳)

بیشک اللہ تعالیٰ نے جسم پر کبھی کے بیٹھنے  
سے بھی آپ ﷺ کو پاک رکھا ہے  
کیونکہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے۔

ان مقامات پر بیشک دیگر حکمتوں کی نشاندہی کی گئی ہے مگر یہ امر تو واضح ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی بشریت مطہرہ کی لطافت و نظافت جو اس جوہری حالت کی آئینہ دار تھی، کا عالم کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے پیکر بشریت سے ہمہ وقت خوشگوار منک آتی۔ پسند مبارک کو لوگ خوشبو کے لئے محفوظ کرتے۔ امام بخاری

تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں۔ حضور ﷺ جس راستے سے گزر جاتے لوگ فضا میں مسکی ہوئی خوشبو سے پہچان لیتے کہ آپ ﷺ ادھر تشریف لے گئے ہیں۔ اپنا دست مبارک کسی کے سر یا بدن سے چھو دیتے تو وہ بھی خوشبو سے پہچانا جاتا۔ الغرض ان تمام امور سے یہ حقیقت مترشح ہو جاتی ہے کہ بشریت محمدی ﷺ اپنی تخلیق کے لحاظ سے ہی اعلیٰ نورانی اور روحانی لطائف سے معمور تھی۔ گویا یہ تخلیق بشریت کے ارتقائی مراحل کا وہ نقطہ کمال تھا جسے آج تک کوئی نہیں چھو سکا یہ اعجاز و کمال اس شان کے ساتھ فقط بشریت مصطفوی ﷺ کو نصیب ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو مقام امضاء سے نوازا گیا اور آپ کو مصطفیٰ کے نام سے سرفراز کیا گیا۔

### جوہر بشریت محمدی ﷺ اور اسم مصطفیٰ ﷺ

لفظ مصطفیٰ کا مادہ صفو یا صفا ہے جس کے معنی ہیں خلوص الشی من الشوب (کسی شے کا ملاوٹ سے بالکل پاک ہونا) الصفا کا معنی الحجارة الصافیہ (صاف ستھرا پتھر) لیا جاتا ہے اس سے الاصفاء ہے جس کے معنی استصفاء (تناول الصفو / تناول صفر الشی کسی شے کی انتہائی صاف حالت کو حاصل کرنا) کے ہیں جیسے الاختیار کے معنی تناول صفر الشی کے آتے ہیں۔ یہاں ایک اہم نکتہ قابل توجہ ہے۔ وہ یہ کہ لفظ مصطفیٰ کا معنی منتخب اور امضاء کا معنی بھی منتخب کرنا ہے۔ لغت میں اجتناء کے بھی یہی معنی آتے ہیں۔ اس لحاظ سے مصطفیٰ اور مجتبیٰ کو بالعموم ہم معنی اور مترادف تصور کیا جاتا ہے مگر فی الحقیقت دونوں میں نہایت ہی لطیف فرق ہے جو ہم یہاں واضح کرنا چاہتے ہیں۔

اجتناء اللہ العبد: کا معنی ہے۔ تخصیصاً اباء بفیض الہی بتحصیل لہ بلا سمی ن العبد (کسی شخص کو اس فیضان الہی کی بنا پر بطور خاص چن لینا جو بندے کی کوشش و رتب کے بغیر ہو) اجتناء میں بندہ بغیر کسب کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی فیضان



کی بنا پر منتخب کیا جاتا ہے اس انتخاب میں بھی عطا محض اور وہب خالص کار فرما ہوتی ہے مگر یہ انتخاب بندے کی زندگی میں کسی وقت بھی ہو سکتا ہے ضروری نہیں کہ شروع سے ہی ہو۔

اس کے برعکس اصطفاء میں انتخاب تخلیق کے وقت سے ہی عمل میں آجاتا ہے۔

اصطفاء اللہ العبد: کا معنی ہے۔ ايجادہ اہاء صافیا عن الشوب الموجد فی غیرہ (کسی کو بوقت تخلیق ہی ہر اس قسم کی میل اور ملاوٹ سے پاک کر دینا جو دوسروں میں پائی جاتی ہے)۔

اصطفاء میں بھی انتخاب اور چناؤ بندے کے کسب اور کوشش کے بغیر محض وہب الہی کے طور پر ہوتا ہے مگر یہ بعد میں کسی وقت نہیں بلکہ تخلیق اور ايجاد کے وقت سے ہی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے بوقت تخلیق ہی ہر قسم کے میل اور کثافت سے پاک و صاف کر لیا جاتا ہے اور وہ پیکر جب معرض وجود میں آتا ہے تو پہلے ہی سے ہر کثافت مصفی ہر میل سے مزکی اور ہر عیب سے منزہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی تخلیق ہی پیکر صفا کے طور پر ہوتی ہے۔ اس لئے اسے مصطفیٰ کہا جاتا ہے۔ یہ اصفا اور انتخاب وقت ايجاد ہی سے ہو چکا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا خمیر بشریت تیار ہوا تو اسے پہلے ہی سے صفو یعنی صفائی، نظافت اور لطافت کے اس مقام بلند تک پہنچا دیا گیا تھا کہ عالم خلق میں اس کی کوئی نظیر اور مثال نہ تھی بلکہ ملائکہ اور ارواح کو جو صفاء، لطافت، تزکیہ اور نظافت اپنی نورانیت کے باعث نصیب ہوتی ہے وہ سب کچھ حضور ﷺ کے پیکر بشریت ہی کو عطا کر دیا گیا۔ یہ آپ کے مقام اصطفاء کا بنیادی تقاضا تھا۔ بنا بریں ہمارا اعاب، پینہ، خون اور فضلات وغیرہ جو جسمانی کثافتوں کے باعث غلیظ، ناپاک یا بیماری کا باعث ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے جسد اطہر کے لئے انہیں بھی پاک اور معطر بلکہ باعث شفا بنا دیا گیا جیسا کہ متعدد کتب حدیث و فضائل سے ثابت ہے۔ حضرت علیؓ سل بن سعد سعدیؓ، سلمہؓ، یزید بن عبد الرحمنؓ، عمرو بن معاذ انصاریؓ، بشیر بن عقرہ الجہنیؓ، محمد بن حاطبؓ، ابو امامہؓ، وائل بن حجرؓ، انس بن مالکؓ، ہمام بن نفیل السعدیؓ، عبد اللہ بن



عمر، عبد اللہ بن عباس، اسماء بنت ابی بکر، ابو موسیٰ اشعری، عبد اللہ بن زبیر، مالک بن سنان، سعید بن منصور، عمرو بن السائب سفینہ، جابر بن عبد اللہ، حضرت برکت ام ایمن، حضرت عائشہ اور دیگر صحابہ و صحابیات سے اس باب میں اس قدر احادیث و روایات مروی ہیں کہ کوئی بھی سلیم الطبع شخص اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس نوعیت کی احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، طبرانی، مسند احمد بن حنبل، سنن بیہقی، ابو نعیم، معجم بغوی مسند بزار، مستدرک حاکم، دار قطنی، الاصابہ، ابن السکن اور دیگر متعدد کتب حدیث و سیر میں مروی ہیں جن سے اس امر کی تائید اور استشہاد ملتا ہے۔

### نظام ربوبیت اور انسانی زندگی کا حیاتیاتی ارتقاء

انسانی زندگی کا حیاتیاتی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک مسلسل ارتقائی عمل ہے جس میں واضح طور پر نظام ربوبیت کی جلوہ آرائیاں نظر آتی ہیں۔ یہ ارتقائی مرحلے ربوبیت الہیہ کے فیض سے بہن مادر کے نماں خانوں میں اس طرح طے پاتے ہیں کہ چشم انسان کو ان کا گمان تک بھی نہیں ہو سکتا۔ سائنس صدیوں کی تحقیقی کے بعد ان ارتقائی مراحل کا کھوج لگانے میں آج کامیاب ہوئی ہے مگر یہ مراحل جس رب کریم کے نظام ربوبیت کے مظاہر ہیں وہ آج سے چودہ صدیاں قبل جب سائنسی شعور نے دنیا میں آنکھ بھی نہیں کھولی تھی واضح طور پر بیان فرما چکا ہے۔ اگر حیاتیاتی ارتقاء کے ان مراحل کا جائزہ انسانی زندگی میں کارفرما نظام ربوبیت کے حوالے سے لیا جائے تو اس کے دو (۲) دور معلوم ہوتے ہیں ایک کا تعلق رحم مادر میں خلیاتی تقسیم (Cellular Division) اور اس کے نظام کے ساتھ ہیں اور دوسرے کا تعلق جسمانی تشکیل اور اس کے ارتقاء کے ساتھ۔

### ۱۔ نظام ربوبیت اور رحم مادر میں خلیاتی تقسیم کا سلسلہ

انسان کے حیاتیاتی ارتقاء کا پہلا قرآنی اصول یہ ہے کہ اس کی تخلیق نفس



واحدہ سے ہوتی ہے۔ قرآنی مجید اس ضابطے کو متعدد مقامات پر صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي  
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ  
(النساء، ۴: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے  
تمہاری تخلیق ایک جان (Single  
Life Cell) سے کی ہے۔

دوسرے مقام پر اس کی تصریح ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ  
(الانعام، ۶: ۹۹)

اور وہی ہے جس نے تمہاری حیاتیاتی  
نشوونما ایک جان سے کی ہے۔

یہی اصول سورۃ الزمر کی آیت میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ سورہ لقمان میں

اس اصول کو مزید زور دار انداز میں ان الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔

مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْثُبُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ  
وَاحِدَةٍ  
(لقمان، ۳۱: ۲۸)

تمہیں پیدا کرنا اور تمہیں دوبارہ اٹھانا  
بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک جان سے  
انسانی زندگی کا آغاز کیا جاتا۔

اس نفس واحدہ کو جدید اصطلاح میں "Zygote" یا "Fertilised Ovum" کہتے  
ہیں۔ یہی ایک سیل حیات انسانی کے ارتقاء اور نشوونما کے لئے مکمل یونٹ  
(Complete Productive) کے طور پر کام کرتا ہے اس حقیقت کا اشارہ بھی  
واضح طور پر قرآن مجید میں کر دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے۔

أَنَا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ  
نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا  
(الدمر، ۶: ۷۶)

بیشک ہم نے انسان کو مخلوط منی  
(Mingled Fluid) میں سے پیدا  
کیا۔ پھر ہم اسے مختلف حالتوں میں پلٹتے  
اور جانچتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسے سننے دیکھنے  
والا بنا دیتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں نظام ربوبیت کے اس حسن انتظام کا بیان ہے کہ ذات

حق نے اسی ایک جان کے اندر بنیادی طور پر مکمل سننے دیکھنے اور سوچنے سمجھنے والا

انسان بننے کی تمام صلاحیتیں (Potentialities) ودیعت کر دی ہیں۔

## ۲۔ نطفہ امشاج سے کیا مراد ہے؟

انسان کے حیاتیاتی ارتقاء کے سلسلے میں دوسری اہم چیز نطفہ امشاج ہے جس کا تعلق Fertilization کے نظام سے ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں کم و بیش گیارہ مقامات پر کیا گیا ہے انہی میں نطفہ امشاج کا بیان بھی آتا ہے۔ قرآن حکیم سے "Fertilizing Liquid" کے سلسلے میں درج ذیل تفصیلات کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ منی یعنی (Sperm) اس کا بیان قرآن حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے۔  
 أَلَمْ يَكُنْ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيِّ بَعْضِ نَسَمٍ كَانَتْ  
 عَلَقَةً (القيامة ۴۵: ۳۷-۳۸) جو (عورت کے رحم میں) نپکا دیا گیا۔ پھر  
 وہ لو تھڑا بنا۔

اس میں نطفہ من منی یعنی سے مراد وہ "Spermatocytic Liquid" یا Sperm ہے جو تخلیق انسانی کا باعث بنتا ہے۔

۲۔ ماء دافق (A liquid Poured out) اس کا بیان قرآن مجید میں اس طرح

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ  
 مَّاءٍ دَافِقٍ يُخْرَجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ  
 وَالتَّرَائِبِ (الطارق ۸۶: ۵-۷)

پس انسان کو غور (تحقیق) کرنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ قوت سے اچھلنے والے پانی (یعنی قوی اور متحرک مادہ تولید) میں سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو بیٹھ اور کولمے کی ہڈیوں کے درمیان (پیڑو کے حلقہ میں) سے گزر کر باہر نکلتا ہے۔

اسی جو ہر میں انسانی تخلیق کی تمام صلاحیتیں رکھی گئی ہیں۔ اس آیت کریمہ میں سلب اور ترائب دو چیزوں کا ذکر ہے ترائب 'تربیہ کی جمع ہے۔ عربی ادب میں سینے



کی ہڈی کو تریبہ اور سینے کی ہڈیوں یا دائیں اور بائیں طرف کی چار چار پسیلوں کو ترائب کہتے ہیں۔ اس کے مترجمین نے بالعموم اس کا ترجمہ "ماؤں کے سینوں" کیا ہے۔ مگر اور جدید کی تحقیق اور سائنسی اصطلاح کے مطابق صلب کو "Sacrum" اور ترائب کو Junction of Pelvic Bones یا Symphysis Pubis کہا جاتا ہے یہ کولھے کی ہڈیوں کا جوڑ ہے۔

عصر حاضر کی اٹانوی نے اس امر کو ثابت کیا ہے جیسا کہ میڈیکل سائنس کی کتابیں بیان کرتی ہیں:

The Seminal Passage in the pelvic cavity lies between the anterior and posterior segments of the pelvic girdle

کہ مرد کا پانی جو سیمنز "Semense" پر مشتمل ہوتا ہے اسی صلب اور ترائب میں سے گزر کر رحم مادر کو سیراب کرتا ہے۔ یہ اصول ساتویں صدی عیسوی میں جب Anatomy کا کوئی وجود نہ تھا قرآن مجید صراحت کے ساتھ بیان کر چکا ہے۔ بہر حال لفظ ترائب سینوں سے استعارہ ہو یا کولھوں کی ہڈیوں کے جوڑ سے پہلی صورت میں خلیاتی تقسیم سے قبل کے مرحلے کا بیان کرتا ہے اور دوسری صورت میں سیمنز پر مشتمل مرد کے پانی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۳۔ ماء مہین (A Despised Liquid) اس موضوع پر قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ  
پھر اس کی نسل کو ایک حقیر پانی کے نطفہ سے پیدا کیا جو اس کی غذاؤں کا نچوڑ  
(السجده ۴۲: ۸)

ہے۔

۴۔ نطفہ امشاج (Mixtures or Mingled Liquids) اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ      بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے  
(الدھر ۷۶: ۲)      پیدا کیا۔

نطفہ امشاج کی اصطلاح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مادہ کئی رطوبات کا مرکب  
اور مجموعہ ہے اس لئے قرآن مجید نے اسے مخلوط کہا ہے اس امر کی تائید بھی عصر حاضر  
کی سائنس تحقیق نے کر دی ہے۔

سائنس تحقیق کے مطابق Spermatic Liquid بعض رطوبات  
(Secretions) سے بنتا ہے۔ جو درج ذیل غدودوں (Glands) سے آتی ہیں۔

1- Testicles

2- Seminal Vesicles

3- Prostate Glands

4- Glands of urinary Tract

### خلیاتی تقسیم کا نظام اور انسانی زندگی کا ارتقاء

قرآنی مجید نے اس باب میں رب کائنات کے نظام ربوبیت کا تیسرا اصول یہ  
بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حیاتیاتی خلیے (Fertilized Ovum) کو مزید دو میں  
تقسیم فرماتا ہے، اسی طرح انہیں مزید تقسیم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ تمام مردوں اور عورتوں  
کی تخلیق اسی خلیاتی تقسیم کے نظام کے تحت عمل میں آتی ہے دور جدید کی سائنس نے  
اس نظام تقسیم کو Mitotic Division سے تعبیر کیا ہے۔

ارشاد ایزدی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي  
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا  
زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا  
وَنِسَاءً      (النساء ۱: ۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس کا  
نظام ربوبیت یہ ہے کہ وہ تمہیں ایک  
جان سے پیدا کرتا ہے پھر اس کا جوڑا  
نکالتا ہے اور پھر ان دونوں میں کثرت  
کے ساتھ مردوں اور عورتوں کو نکالتا  
اور پھیلاتا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔



خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ  
بَيْنَهَا زَوْجَهَا (الزمر ۳۹:۶) کیا پھر اسی میں سے اس کا جوڑ نکالا۔

ان آیات کریمہ میں تین امور واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔

۱۔ انسانی تخلیق کا نفس واحدہ "Zygote" سے عمل میں آتا۔

۲۔ اس نفس واحدہ کا ابتداء دو میں تقسیم ہونا۔

۳۔ پھر ان دو Cells کا مزید تقسیم ہو کر کثیر تعداد میں پھیلنا حتیٰ کہ تمام مردوں اور عورتوں کی تخلیق کا یہی ذریعہ بنا۔ یہ "Mitotic Division" ہے جو علم الجینیات کی رو سے درج ذیل چار مراحل میں سے گزرتی ہے۔

1- Prophase      2- Metaphase

3- Anaphase      4- Telophase

اس طرح انسان کی حیاتیاتی زندگی، عمودی (Vertically) اور افقی

(Horizontally) دونوں طرح ارتقاء پذیر رہتی ہے۔

۴۔ نفس واحدہ کیسے وجود میں آتا ہے

یہ امر سائنس مسلمات میں سے ہے کہ Mitosis سے پہلے بھی ایک مرحلہ ہو آتا ہے جسے Meiosis کہتے ہیں۔ اس میں مردانہ اور زنانہ سلز (Cells) مرد اور عورت کے جسموں میں سے آتے ہیں جو "Maturation" سے پہلے بالترتیب "Testicular cells" اور "Ovarian Cells" کہلاتے ہیں۔ یہاں Meiosis کے مرحلے میں سے گزرنے کے بعد Spermatozoa اور Ova کی تشکیل ہوتی ہے اور یہ Fertilization کے ذریعے اس نفس واحدہ میں بدلتے ہیں جسے Zygote کہتے ہیں۔

۵۔ انڈے کا رحم مادہ میں منتقل ہونا

ب Sperm اور Ovum کا ملاپ ہو جاتا ہے تو انڈا رحم (Uterus)

میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسے (Implantation of Egg) کہتے ہیں۔

قرآن مجید اس مرحلے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَآنِشَاءُ إِلَهِي أَجَلٍ  
مَّسْمُومٍ (الحج، ۲۲: ۵)

اور ہم جسے چاہتے ہیں ماؤں کے رحموں  
میں ایک مقررہ میعاد تک ٹھہرائے رکھتے

ہیں۔

یہ انڈا (Egg) رحم مادر میں بڑھتا ہے اور اس کی زمین کے اندر جڑوں کی

طرح لبائی میں پھیل جاتا ہے اور رحم کے موٹاپے سے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔

### ۶۔ علقہ کا وجود میں آنا

چنانچہ یہ نطفہ اس شکل میں رحم کے ساتھ معلق ہو جاتا اور جم جاتا ہے اس  
کے معلق ہونے کی اس کیفیت کو قرآن نے پانچ مختلف مقامات پر علقہ کے نام سے تعبیر کیا  
ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ  
الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (العلق، ۹۶: ۱-۲)

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے  
پیدا کیا جس نے انسان کو اس چیز سے پیدا  
کیا جو رحم مادر میں معلق ہوتی ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنَا نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ  
خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً (المومنون، ۲۳: ۱۳-۱۴)

پھر ہم نے اسے ایک محفوظ مقام (رحم  
مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم نے اس  
نطفہ کو رحم میں معلق کر دیا یعنی جال کی

طرح پھنسا اور جما دیا۔

علقہ کے مندرجہ بالا معنی پر ہم انشاء اللہ آگے چل کر گفتگو کرتے ہیں۔ اس وقت صرف  
یہ بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ قرآن مجید نے حیات انسانی کے ارتقاء کے جملہ  
مرحلوں پر روشنی ڈالی ہے اور اس وقت ان حقیقتوں کو بیان کیا جب سائنسی تحقیق  
(Scientific Research) اور (Embryology) جیسے سائنسی مضامین کا



نام و نشان بھی نہ تھا کیا یہ سب کچھ قرآن اور اسلام کی صداقت و حقانیت کو تسلیم کرنے کے لئے کافی نہیں؟ آخر ایسا کیوں نہ ہو تا کیونکہ قرآن اس رب کی نازل کردہ کتاب ہے جس کے نظام ربوبیت کے یہ سب پر تو ہیں اس لئے اس سے بہتر ان حقائق کو کون بیان کر سکتا تھا۔ بات صرف یہ ہے کہ سائنس جوں جوں چشم انسانی کے حجابات اٹھاتی جا رہی ہے۔ قرآنی حقیقتیں توں توں بے نقاب ہو کر سامنے آتی جا رہی ہیں۔

### نظام ربوبیت اور رحم مادر میں انسانی وجود کی تشکیل و ارتقاء

قرآن مجید میں رحم مادر کے اندر انسانی وجود کی تشکیل اور اس کے ارتقاء کے مختلف مرحلے بیان کئے گئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ رب کائنات کا نظام ربوبیت اپنی آب و تاب کے ساتھ بطنِ مادر کے اندر بھی جلوہ فرما ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی زندگی کے نقطہ آغاز سے لے کر اس کی تکمیل اور تولد کے وقت تک پرورش کا ربانی نظام انسان کو مختلف تدریجی اور ارتقائی مرحلوں میں سے گزار کر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ انسانی وجود کی داخلی کائنات ہو یا عالم ہست و بود کی خارجی کائنات ہر جگہ ایک ہی نظام ربوبیت یکساں شان اور نظم و اصول کے ساتھ کار فرما ہے۔ قرآن مجید کے بیان کردہ ان مراحل ارتقاء کی تہدین بھی آج کی سائنسی تحقیق کے ذریعے ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلْطَانٍ مِّنْ طِينٍ  
اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔

۲۔ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِى قَرَارٍ مَّكِينٍ  
پھر ہم نے اسے نطفہ بنا کر ایک محفوظ مقام (رحمِ مادر) میں رکھا۔

۳۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً  
پھر ہم نے اس نطفہ کو (رحمِ مادر) جال کی طرح تہا ہوا معلق وجود بنا لیا۔

۴۔ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً  
پھر ہم نے علقہ سے لو تھڑا بنایا۔

۵۔ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا  
پھر ہم نے اسی لو تھڑے سے ہڈیاں

- بنائیں۔  
 پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت پوست  
 چڑھایا۔
- ۶۔ فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا
- ۷۔ ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ، فَتَبَارَكَ  
 اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ  
 (المومنون، ۲۳: ۱۲-۱۳)
- پھر ہم نے اسے (تدریجاً مختلف مرحلوں  
 میں سے گزار کر) ایک نئی صورت تخلیق  
 عطا کی۔ پس اللہ بڑی برکت والا ہے۔  
 وہی سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

ان آیات میں انسانی تشکیل اور ارتقاء کے سات مراحل کا ذکر ہے۔ جن میں  
 سے پہلے کا تعلق اس کی کیمیائی تشکیل سے ہے اور بقیہ چھ کا اس کے بطن مادر کے تکلیلی  
 مراحل سے مذکورہ بالا آیات میں بیان کردہ انسانی ارتقاء (Developmental  
 Stages of Human Embryo) کے مراحل درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ سُلَلِيَّةٌ بَيْنَ طَيْنِ (Sulalah) Extract of Clay  
 ۲۔ نُطْفَةٌ (Nutfah) Spermatic Liquid of Sperm  
 ۳۔ عَلَقَةٌ (Alaqah) Hanging Mass Clinging to the  
 Endometrium of the Uteris  
 ۴۔ مَضْغَةٌ (Mudghah) Chewed Lump of Chewed Substance  
 ۵۔ عِظَامٌ (Ezam) Skeletal system  
 ۶۔ لَحْمٌ (Lahm) Muscular System  
 ۷۔ خَلْقٌ آخَرَ (Khalq-i-Akhar) New Creation

پھر اس تخلیق میں باری تعالیٰ نے نظام سماعت کو نظام بصارت اور نظام عقل  
 و فہم پر مقدم رکھا ہے ارشاد فرمایا گیا:

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ  
 لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا  
 مَا تَشْكُرُونَ (السجده، ۳۲: ۹)

پھر اس کو (اعضا جسمانی کے تناسب سے)  
 درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے  
 جان پھونکی اور تمہارے لئے (سننے اور  
 دیکھنے کو) کان اور آنکھیں بنائیں اور



(سوچنے سمجھنے کے لئے) دماغ مگر تم کم ہی  
(ان نعمتوں کی اہمیت اور حقیقت کو سمجھتے  
ہوئے) شکر بجالاتے ہو۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ      بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے  
نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا      پیدا کیا۔ بسے ہم مختلف حالتوں میں پلٹتے  
ہیں۔ پھر ہم اس کو سننے والا (اور) دیکھنے  
والا (انسان) بنا دیتے ہیں۔  
(الدھر ۷۶: ۱۲)

یہاں بھی اس امر کی صراحت ہے کہ انسانی امبریو (Embryo) کی نشوونما  
میں انسانی کانوں کے نظام کو پہلے وجود میں لایا جاتا ہے اور آنکھوں وغیرہ کو بعد میں۔  
اسی حقیقت کی تصریح اور تائید آج امبریالوجی (Embryology) کی  
جدید تحقیق نے کر دی ہے۔ بقول ڈاکٹر کیتھ مور

Premordia of the internal ears appears before the  
beginning of the eyes and the brain (the site of  
understanding) differentiates last. This part of  
Surā 32:9 indicates that special senses of hearing,  
seeing and feeling develop      in this order,  
which is true.

یہ وہ حقائق ہیں جنہیں قرآن چودہ سو سال پہلے منظر عام پر لایا اور آج جدید  
سائنس نے ان کی تصدیق و تائید کر دی ہے۔ جس سے باری تعالیٰ کے نظامِ ربوبیت کی  
منظمتوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی حقانیت اور نبوتِ محمدی کی صداقت و قطعیت کی  
ایسی عقلی دلیل بھی میسر آتی ہے۔ جس کا کوئی صاحبِ طبع سلیم انکار نہیں کر سکتا۔  
بطنِ مادر میں انسان کے حیاتیاتی نشوونما کے یہ مدارج معلوم کرنے کا باقاعدہ  
سائنسی نظام سب سے پہلے ۱۹۳۱ء میں سٹریٹر (Streeter) نے ایجاد کیا جو اب ۱۹۷۲ء

میں (Orahilly) کے تجویز کردہ نظام کے ذریعے زیادہ بہتر اور صحیح شکل میں بدلا جا چکا ہے۔

مگر قرآن مجید کا اسی صحت تربیت کے ساتھ آج سے ۱۴ صدیاں قبل ان مدارج کو بیان کرنا جس کی تصدیق آج اٹانومی اور ایبریا لوجی کی جدید تحقیقات کے ذریعے ہوئی ہے ایک ناقابل انکار معجزہ ہے۔

### بچے کا بطن مادر میں تین پردوں میں تشکیل پانا

اسی طرح بطن مادر میں نظام ربوبیت کے محیر العقول کرشموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ باری تعالیٰ بچے کی حیاتیاتی تشکیل کے یہ تمام مرحلے ماں کے پیٹ میں تین پردوں کے اندر مکمل فرماتا ہے۔ یہ بچے کی حفاظت کا کس قدر خوشگوار اہتمام ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وہ تمہیں ماؤں کے پیٹ میں تاریکیوں کے تین پردوں کے اندر ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں مرحلہ وار تخلیق فرماتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب (مادر بجا پرورش فرمانے والا) ہے۔ اسی کی بادشاہی (اندر بھی اور باہر بھی) ہے۔ سو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پھر تم کہاں بہتے چلے جاتے ہو۔

بَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا بَيْنَ بَعْدٍ خَلْقٍ فِي ظَلْمَاتٍ ثَلَاثٍ ، ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ السُّلْكَ ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآنِي تُصِرُّونَ ، (الزمر ۳۹: ۶)

۱۷ویں صدی عیسوی میں "Leeuwen Hook" نے مائیکروسکوپ (Microscope) ایجاد کیا۔ صاف ظاہر ہے اس سے پہلے اندرون بطن ان مخفی حقیقتوں کی صحیح سائنسی تعبیر کس کو معلوم ہو سکتی تھی۔ آج سائنس ان پردوں کی حقیقت بھی منظر عام پر لے آئی ہے۔ جس کی رو سے اس امر کی تصدیق ہو چکی ہے کہ واقعہ بطن مادر میں بچے کے یہ ارتقائی مرحلے تین پردوں میں ہی تشکیل پذیر ہوتے ہیں جنہیں قرآن مجید نے ظلمت ثلاث (Three veils of Darkness) کے



ساتھ تعبیر کیا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

- 1- Anterior Abdominal wall      2- Uterine wall  
3- Amniochorionic Membrane or Extra Embryonic membranes

قرآن مجید نے ظلمت (Vills of Darkness) کا لفظ استعمال کیا ہے جو Layers کے لئے نہیں بلکہ "Opacities" کے معنی میں مستعمل ہے کیونکہ ہر پردے کے اندر کئی تہیں (Layers) ہیں اس لئے رب کامل نے انہیں ظلمات کے لفظ کے ذریعے واضح فرمایا ہے ظلمات ثلاث کی ایک اور مبادل سائنس تعبیر بھی درج ذیل ہے۔

- 1- Chorion      2- Amnion      3- Amniotic Fluid

مگر ڈاکٹر Keith L Moore کی تحقیق کی رو سے پہلی تعبیر زیادہ صحیح اور مناسب حال ہے۔ یہاں متذکرہ بالا سائنسدان ڈاکٹر مور جو کینیڈا کی یونیورسٹی آف ٹورانٹو (University of Toronto) میں شعبہ اناٹومی کے پروفیسر ہیں کی اصل انگریزی تحریر کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

## A SCIENTIST'S INTERPRETATION OF REFERENCES TO EMBRYOLOGY IN THE QUR'AN

**Keith L. Moore, Ph.D., F.I.A.C.,**

Statements referring to human reproduction and development are scattered throughout the Qur'an. It is only recently that the scientific meaning of some of these verses has been appreciated fully. The long delay in interpreting these verses correctly resulted mainly from inaccurate translations and commentaries, and from a lack of awareness of scientific knowledge.



Interest in explanations of the verses of the Qur'an is not new, People used to ask the prophet MOHAMMED all sorts of questions about the meaning of verses referring to human reproduction. The Apostle's answer form the basis of the Hadith literature.

The translations of the verses from the Qur'an which are interpreted in this paper were provided by sheik Abdul Majid Zendani, a Professor of Islamic Studies in King Abdulaziz University in Jeddah, Saudi Arabia.

"He makes you in the wombs of your mothers, in stages, one after another, in three veils of darkness."

This statement is from Sura 39. We do not know when it was realized that human beings underwent development in the uterus (Womb), but the first known illustration of a fetus in the uterus was drawn by Leonardo da Vinci in the 15th century. In the 2nd century A.D., Galen described the placenta and fetal membranes in his book "On The Formation of the Foetus." Consequently, doctors in the 7th century A.D. likely knew that the human embryo developed in the uterus. It is unlikely that they knew that it developed in stages, even though Aristotle had described the stages of development of the chick embryo in the 4th century B.C. The realization that the human embryo develops in stages was not discussed and illustrated until the 15th century.

After the microscope was discovered in the 17th century by Leeuwenhook, descriptions were made of the early stages of the chick embryo. The staging of human embryos was not described until the 20th century. Streeter (1941) developed the first system of staging which has now been replaced by a more accurate system proposed by O'Rahilly (1972).

"The three veils of darkness" may refer to: (1) the anterior abdominal wall; (2) the uterine wall; and (3) the amniochorionic membrane (Fig. 1). Although there are other interpretations of this statement, the one presented



here seems the most logical from an embryological point of view.

“Then we placed him as a drop in a place of rest.” This statement is from Sura 23: 13. The drop or *nutfah* has been interpreted as the sperm or spermatozoon, but a more meaningful interpretation would be the zygote which divides to form a blastocyst which is implanted in the uterus (“a place of rest”). This interpretation is supported by another verse in the Qur’an which states that “a human being is created from a mixed drop.” The zygote forms by the union of a mixture of the sperm and the ovum (“The mixed drop”).

“Then we made the drop into a leech-like structure.”

This statement is from Sura 23: 14. The word “*alaca*” refers to a leech or bloodsucker. This is an appropriate description of the human embryo from days 7-24 when it clings to the endometrium of the uterus, in the same way that a leech clings to the skin. Just as the leech derives blood from the host, the human embryo derives blood from the decidua or pregnant endometrium. It is remarkable how much the embryo of 23-24 days resembles a leech (Fig. 2). As there were no microscopes or lenses available in the 7th century, doctors would not have known that the human embryo had this leech-like appearance. In the early part of the fourth week, the embryo is just visible to the unaided eye because it is smaller than a kernel of wheat.

“Then of that leech-like structure, We made a chewed lump.”

This statement is also from Sura 23: 14. The Arabic word “*Mudghah*” means “chewed substance or chewed lump.” Toward the end of the fourth week, the human embryo looks somewhat like a chewed lump of flesh (Fig. 3) The chewed appearance results from the somites which resemble teeth marks. The somites represent the beginnings or primordia of the vertebrae.

“Then we made out of the chewed lump, bones, and clothed the bones in flesh.”



**This continuation of Sura 23: 14 indicates that out of the chewed lump stage, bones and muscles form. This is in accordance with embryological development. First the bones form as cartilage models and then the muscles (flesh) develop around them from the somatic mesoderm.**

**“Then we developed out of it another creature.”**

**This next part of Sura 23: 14 implies that the bones and muscles result in the formation of another creature. This may refer to the human-like embryo that forms by the end of the eighth week. At this stage it has distinctive human characteristics and possesses the primordia of all the internal and external organs and parts. After the eighth week, the human embryo the human embryo is called a fetus. This may be the new creature to which the verse refers.**

**“And He gave you hearing and sight and feeling and understanding.”**

**This part of Sura 32:9 indicates that the special senses of hearing, seeing, and feeling develop in this order, which is true. The primordial of the internal ears appear before the beginning of the eyes, and the brain (the site of understanding) differentiates last.**

**“Then out of a piece of chewed flesh, partly formed and partly unformed.”**

**This part of Sura 22:5 seems to indicate that the embryo is composed of both differentiated and undifferentiated tissues. For example, when the cartilage bones are differentiated, the embryonic connective tissue or mesenchyme around them is undifferentiated. It later differentiates into the muscles and ligaments attached to the bones.**

**“And We cause whom we will to rest in the wombs for an appointed term.”**

**This next part of Sura 22: 5 seems to imply that God determines which embryos will remain in the uterus until full term. It is well known that many embryos abort**



during the first month of development, and that only about 30% of zygotes that form, develop into fetuses that survive until birth. This verse has also been interpreted to mean that God determines whether to mean that God determines whether the embryo will develop into a boy or girl, and whether the child will be fair or ugly.

This interpretation of the verses in the Qur'an referring to human development would not have been possible in the 7th century A.D., or even a hundred years ago. We can interpret them now because the science of modern Embryology affords us new understanding.

Undoubtedly there are other verses in the Qur'an related to human development that will be understood in the future as our knowledge increases.

### References:

1. Arey, L.B: development Anatomy: A Textbook and Laboratory Manual of Embryology, revised 7th ed., Philadelphia, W.B. Sanders Co., 1974.
2. Moor, K. L: The developing Human Clinically Oriented Embryology, 3rd ed. Philadelphia, W.B. Sanders Co., 1982.
3. Moore, K. L: Highlights of Human Embryology in the Qur'an and the Hadith. Proceedings of the Seventh Saudi Medical Meeting, 1982.
4. Moore, K. L: Before We are Born, Basic Embryology and Birth Defects, 2nd ed., Philadelphia, W.B. Sanders Co., 1983.
5. O' Rahilly, R. : Guide to the Staging of Human Embryo
6. Streeter, G.L: Developmental Horizons in human embryos:  
 Descriptions of age group XI, 13 to 20 somites, and age group XII, 21 to 29 somites. Contrib Embryol. Carnegie Inst. 30:211, 1942.



## ربوبیت الہیہ اور انسانی تکوین میں حسن نظم

ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی جسم کی حیاتیاتی تشکیل میں قدم قدم پر ربوبیت الہیہ کے ہسی اور معنوی لاتعداد مظاہر کار فرما ہیں۔ ہر جگہ حسن نظم اور حسن ترتیب کی آئینہ داری ہے۔ ہر کام اور مرحلے کے لئے مخصوص مدت اور طریق متعین ہے۔ ایک مرحلے کے جملہ مقتضیات خود بخود پورے ہو رہے ہیں۔ جو کام انسان کے جسمانی پیکر سے بعد میں لیا جانے والا ہے اس کی تمام تر ضرورتیں رحم مادر میں پوری کی جا رہی ہیں۔ ہر مرحلے پر نہ صرف ان ضرورتوں کی کفالت ہو رہی ہے بلکہ بہر طور ان کی حفاظت و نگہداشت کے بھی تمام انتظامات ساتھ ساتھ ہو رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس کے نظام ربوبیت کی اور کرشمہ سازی کیا ہوگی کہ مکمل انسان کے لئے مطلوبہ تمام صلاحیتوں کا جو ہر ایک نطفہ کے اندر پیدا کر دیا گیا ہے۔ پھر اس کے خواص و آثار اور علامات کو اپنے اپنے مقررہ اوقات پر پورا کر کے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس اصول کو نظام ربوبیت کے تحت تقدیر کے عنوان سے واضح کیا گیا ہے تقدیر کا معنی اندازہ کرنا ہے خواہ یہ کسی شے کے وجود میں ہو یا ظہور میں، کیت میں ہو یا کیفیت میں، مدت پرورش میں ہو یا تکمیل میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَوَخَّلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا  
(الفرقان، ۲:۲۵)

اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کی  
ضرورت کے لحاظ سے اس کے لئے  
خاص اندازہ مقرر کیا۔

باری تعالیٰ کے نظام ربوبیت کے اس حسن تقدیر نے کائنات کے ظاہر و باطن میں ایک عجیب نظم و ترتیب مطابقت و یگانگت اور توازن و اعتدال پیدا کر دیا ہے یہی رنگ ہم بچے کی تشکیل و ارتقاء کے جملہ مراحل میں کار فرما دیکھتے ہیں اس خاص موضوع پر ارشاد ربانی ہے۔

مِنْ أَمْرِ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ  
فَقَدَرَهُ ۖ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرُهُ ۖ ثُمَّ أَنَاثَهُ

اس نے انسان کو کس چیز سے پیدا کیا؟  
نطفہ سے پھر اس کے ہر مرحلے اور ہر



حالت کے لئے ایک (مدت اور) اندازہ مقرر کیا پھر اس کے لئے (اگلی حالت کی) راہ آسان کر دی پھر (پیدائش کے بعد ایک خاص مدت گزرنے پر) اسے موت دی۔ پھر اسے قبر میں رکھوایا پھر جب چاہے گا (ایک خاص عرصے کے بعد اگلی زندگی کے لئے) اسے باہر نکالے گا۔

فَأَقْبِرَہُمْ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشُرَہُمْ ۝  
(عبس، ۸۰: ۱۸-۲۲)

### انسانی تکوین و وجود کے چار مرحلے

قرآن مجید نے انسانی وجود کی تکوین میں چار مرحلوں کا ذکر کیا ہے۔

۱- تخلیق (Creation)

۲- تسویر (Arrangement)

۳- تقدیر (Estimation)

۴- ہدایت (Guidance)

ارشاد الہی ہے۔

بِسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ  
قَسْوَى ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝  
(الاعلیٰ، ۸۷: ۱-۳)

اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو جو سب سے بلند ہے جس نے اسے پیدا کیا، پھر جو اسے بالکل ٹھیک حالت پر لایا اور جس نے ہر وجود کے لئے (اس کی ضرورت اور حالت کے مطابق) ایک اندازہ مقرر فرمایا پھر اسے ہدایت کی دولت سے نوازا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ تکوین و وجود کے تمام مرحلے نظام ربوبیت کی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ تکمیل پذیر ہوتے ہیں۔ ہر مرحلے کو ایک خاص حکمت و تدبیر اور نظم کے ساتھ مکمل کیا جاتا ہے۔

اس کی بحث بڑی تفصیل کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے کہ کس طرح انسانی وجود نطفے سے باقاعدہ خلق کے مرتبے تک پہنچتا ہے ہر مرحلے میں اس کی ایک مدت مقرر ہے جس میں بعض خاص امور کی تکمیل ہوتی ہے پھر اسے اگلے مرحلے میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

کيا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے  
پیدا نہیں فرمایا۔ پھر ہم نے اسے ایک  
محفوظ جگہ (رحم مادر) میں رکھا۔ ایک  
معلوم و معین انداز سے (مدت) تک پھر  
ہم نے (اگلے ہر ہر مرحلے کے لئے)  
اندازہ فرمایا۔ پس ہم کیا ہی اچھے قادر  
ہیں۔

أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ  
رَفِيًّا ۝ قَرَارًا مَّكِينٍ ۝ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝  
فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۝  
(المرسلات ۷۷: ۲۰-۲۳)

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

اور وہی پروردگار ہے جس نے تمہیں  
ایک جان (Cell) سے پیدا کیا اور پھر  
تمہیں (ایک خاص مدت تک) عارضی  
ٹھکانے پر ٹھہرانا ہے اور پھر امانتاً وہ وقت  
گزار کر اگلی حالت میں منتقل ہو جانا  
ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ  
وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرًّا وَمُسْتَوْدَعًا قَدْ فَصَّلْنَا  
الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ  
(الانعام ۶: ۹۹)

اس آیت کریمہ میں دو الفاظ قابل توجہ ہیں۔ مستقر اور مستودع

مستقر: قرار استقر سے ہے اور مستودع۔ ودع (استودع) سے  
مستقر میں عارضی طور پر ایک مقام پر ایک حالت میں رہنے کی طرف اشارہ ہے جب  
کہ

مستودع: میں وہاں اپنا وقت گزارنے اور اگلی حالت میں منتقل ہونے کی طرف  
اشارہ ہے انسانی تکوین وجود کے مرحلہ تخلیق میں سپرم (Sperm) باپ کی پشت سے



آتا ہے اور رحم مادر کے اندر اووم (Ovum) سے اپنا رابطہ قائم کرتا ہے۔

یہاں نظام ربوبیت کا کیسا شاندار اہتمام ہے کہ ایک اوسط درجے کے آدمی کا ایک بار خارج شدہ مادہ تولید اپنے اندر چار سو ملین (چالیس کروڑ) سپرم (Sperm) رکھتا ہے جس سے چالیس کروڑ عورتوں کے حمل واقع ہو سکتے ہیں مگر نظام قدرت کی کرشمہ سازیاں دیکھئے کہ جب پہلا سپرم (Sperm) عورت کے رحم میں اووم (Ovum) سے پیوست ہو کر اس میں داخل ہوتا ہے تو اسی وقت اووم (Ovum) پر ایک تھلی (Membrane) آجاتی ہے جو دوسرے (Sperm) کو اس میں داخل ہونے سے روک دیتی ہے۔ اسے (Fertilizing Membrane) کہتے ہیں چنانچہ ان دونوں کے ملاپ سے تکوین وجود انسانی کے کام کا آغاز ہو جاتا ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ بعد ازاں مختلف تخلیقی مرحلوں میں سے گزر کر (Embryo) وجود میں آتا ہے۔ رب کریم کی شان پروردگاری دیکھئے کہ اس کے ہر مرحلے کے لئے خاص مدت مقرر ہے جس میں بعض تخلیقات وجود میں آتی ہیں جن کے اندر تدریجاً ارتقاء ہوتا رہتا ہے اور وہ (Embryo) کے بعد دیگرے مختلف مرحلوں اور حالتوں میں منتقل ہوتا چلا جاتا ہے اس کی حالت میں ہفتہ وار تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اس کے اعضاء کا تخلیقی اور تکوینی عمل جاری رہتا ہے حتیٰ کہ چھ ہفتے کے بعد بچے کی سی شکل دکھائی دینے لگتی ہے۔ پھر اس میں نظام استخوان اور بعد ازاں گوشت پوست کے ساتھ نظام اعصاب کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مقام خلق کو پالیتا ہے اور **هُوَ الَّذِي بَصَّوْرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ** (وہ تمہیں ماؤں کے رحموں کے اندر ہی جسمانی شکل و صورت اور انداز ساخت عطا کر دیتا ہے۔ جیسے وہ چاہتا ہے) کے مراتب اور مدارج سے گزرتا ہوا۔ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ** (بیشک ہم نے انسان کو بہترین صورت اور ساخت پر تخلیق کیا ہے) کی شان کے ساتھ منصفہ شہود پر جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

قرآنی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحلہ تقدیر کی رحم مادر کے اندر مزید

تین قسم کی تفصیلات ہیں۔



۱۔ تعدیل (Equalization)

ب۔ تصویر (Personification)

ج۔ ترکیب (Methodical Formation)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بَابُهَا الْإِنْسَانُ مَا عَمَرَكَ بِرَبِّكَ  
الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ لَسَوَاكَ  
لَعَدْلَكَ ۝ رَبِّي أَيُّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ  
رَبِّي ۝ (الانفطار: ۸۲: ۶-۸)

اے انسان تجھے اپنے بزرگی والے رب  
سے کس چیز نے سرکش کر دیا جس نے  
تجھے تخلیق کیا، پھر تیرا تسویہ کیا (یعنی تجھے  
بالکل ٹھیک حالت پر لایا) پھر اس نے  
تیری تعدیل کی (یعنی تجھے جسمانی اعضا  
کے تناسب کے ذریعے ہموار کیا) پھر جس  
صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔

اس آیت کریمہ میں تخلیق و تسویہ کے بعد مذکورہ بالا تینوں مراتب کا ذکر  
ہے۔ تعدیل، تصویر اور ترکیب۔ یہ تمام مرحلہ تقدیر ہی کی تفصیلات ہیں۔

باری تعالیٰ نے آغاز حمل سے اختتام ضرورت رضاعت تک کا عرصہ بھی  
مقرر فرما دیا ہے جو کم از کم تیس ماہ ہے جس طرح بچہ رحم مادر میں پرورش پا کر عالم آب  
و گل میں رہنے کے قابل ہو جائے تو اسے فوراً تولد کے ذریعے دنیا میں منتقل کر دیا جاتا  
ہے اسی طرح بچے کا معدہ عام غذاؤں کو ہضم کرنے کی استعداد حاصل کر لے تو تدریجاً  
ماں کا دودھ خود بخود خشک ہونے لگتا ہے اور یہ تبدیلی اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہے  
کہ اب بچے کو رضاعت کی ضرورت نہیں رہی اسے دوسری غذاؤں کی طرف منتقل کیا  
جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا  
وَحَمَلُهُ وَوَالِدُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا  
(الاحقاف: ۴۶: ۱۵)

اس کی ماں نے اسے تکلیف اٹھا کر پیٹ  
میں رکھا اور اس طرح تکلیف سے جنا  
اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی  
مدت (کم از کم) تیس ماہ کی ہے۔



## دوران حمل نظام ربوبیت کے مظاہر

بب تک بچہ رحم مادر میں اپنے تشکیلی اور تکوینی مراحل طے کرتا ہے باری تعالیٰ کا نظام ربوبیت اس کی جملہ ضروریات کی کفالت کے ساتھ ساتھ درج ذیل چار امور کا کس قدر حسن و خوبی سے انتظام کرتا ہے اس کا ایک ایک پہلو ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

۱۔ تغذیہ (Nourishment or Nutrition) اس کی نشوونما کے لئے ہر قسم کا ضروری مواد رحم مادر میں فراہم ہوتا ہے۔

۲۔ حفاظت (Protection) رحم مادر میں اس کی ضروری نقل و حرکت کا اس کے مناسب حال انتظام کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ نقل و حرکت (Movement) رحم مادر میں اس کی ضروری نقل و حرکت کا اس کے مناسب حال انتظام کر دیا جاتا ہے۔

۴۔ تکلیف حرارت (Control of Temperature) اس کی طبی ضرورت کے مطابق رحم مادر کے اندر بچے کو مطلوبہ حرارت (Temperature) مہیا ہوتی رہتی ہے۔ ماں کے خون میں سے جو مواد بچے کے لئے مفید اور ضروری ہے اسے خود بخود میسر آتا رہتا ہے اور جو مواد مضر اور نقصان دہ ہے خود بخود ضائع ہو جاتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک خلاق عالم اور قادر مطلق کی باقاعدہ منصوبہ بندی کے بغیر یہ سب کچھ ایک نظم و ترتیب کے ساتھ کیسے ممکن ہے۔ فاعتبروا باہا اولی الابصار

## انسان کا شعوری ارتقاء اور نظام ربوبیت

جس طرح انسان کے جسمانی وجود کی تکوین و تکمیل کے لئے نظام ربوبیت کے حسین و جمیل جلوے پوری آب و تاب کے ساتھ ہر جگہ اور ہر مرحلے پر کار فرما نظر آتے ہیں۔ یہی رنگ اور ڈھنگ انسان کے شعوری ارتقاء کے نظام میں بھی نظر آتا ہے۔ خلاق عالم کے حسن ربوبیت نے انسان کی جسمانی ساخت اور پرورش کی ذمہ داری



بھاننے کے ساتھ اس کی مختلف ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اسے ایک مرحلہ وار نظام ہدایت سے بھی نواز دیا ہے جس سے وہ اپنے ہر مرحلہ حیات پر نہ صرف مختلف ضروریات و تقاضیات کو جاننا اور پہنچانا ہے بلکہ ان کی تسکین و تکمیل کے لئے مختلف راستے اور وسائل بھی تلاش کرتا ہے وہ جوں جوں عمر کے مختلف ادوار طے کرتا چلا جاتا ہے اس کی ضرورتیں بدلتی چلی جاتی ہیں ان میں تنوع اور توسع آتا چلا جاتا ہے ان میں مسائل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے پہلے سے موجود طبعی ذرائع ہدایت اس کی نئی حاجات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ سو خود بخود اگلی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نئے دروازے کھل جاتے ہیں اور یوں انسان کا شعوری سفر اپنی منزل کی طرف جاری رہتا ہے۔ اس شعوری پرورش کی ذمہ داری بھی رب کائنات نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور وہ اس کا آغاز بھی زمانہ رحم سے کر دیتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رحم مادر میں اعضاء جسمانی کی تشکیل و تکمیل کے ساتھ ساتھ مختلف ذرائع ہدایت کی تکوین کا سلسلہ بھی ایک خاص نظم و ترتیب سے شروع کر دیا جاتا ہے پھر یہ سلسلہ پیدائش کے بعد بھی ایک خاص نظم کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا جاری رہتا ہے۔

### انسانی زندگی اور اقسام ہدایت

باری تعالیٰ نے اپنے نظام ربوبیت کا جلوہ کمال انسانی زندگی کو مختلف قسم کی ہدایتوں سے سرفراز فرما کر دکھایا ہے اگر ماحولیاتی ضرورتیں، تقاضے اور حقائق کی نوعیتیں جدا جدا ہوں مگر ذریعہ ہدایت اور ماہریت ہدایت ایک ہی ہو تو صاف ظاہر ہے نہ یہ تقاضائے پرورش ہے اور نہ روش بندہ پروری۔

رب کائنات نے انسان کو بلکہ ہر ذی روح کو اس کے حسب حال ذرائع ہدایت سے نوازا ہے۔ مطالعہ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہدایت بنیادی طور پر درج ذیل پانچ اقسام پر مشتمل ہے جبکہ آخری قسم ہدایت مزید تین صورتوں میں پائی جاتی ہے۔



۱- ہدایت فطری (ہدایت وجدانی)

۲- ہدایت حسی

۳- ہدایت عقلی

۴- ہدایت قلبی

۵- ہدایت ربانی (ہدایت بالوحی)

(i) ہدایت عامہ (ہدایت الغایہ)

(ii) ہدایت خاصہ (ہدایت الطریق) (iii) ہدایت ایصال (ہدایت الایصال)

### ۱- ہدایت فطری

شبلی نعمانی اور ابوالکلام آزاد اس ہدایت کو ہدایت وجدانی سے تعبیر کرتے ہیں بقول ابوالکلام وجدان کی ہدایت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر مخلوق کی طبیعت میں کوئی ایسا اندرونی الہام موجود ہے جو اسے زندگی اور پرورش کی راہوں پر خود بخود لگا دیتا ہے اور وہ باہر کی رہنمائی و تعلیم کی محتاج نہیں ہوتی۔ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا، جو نئی شکم مادر سے باہر آتا ہے خود بخود معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی غذا ماں کے سینے میں ہے اور جب پستان منہ میں لیتا ہے تو جانتا ہے کہ اسے زور زور سے چوسنا چاہئے۔ بلی کے بچے کو ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ ابھی ابھی پیدا ہوئے ہیں، ان کی آنکھیں بھی نہیں کھلی ہیں لیکن ماں جوش محبت میں انہیں چاٹ رہی ہے، وہ اس کے سینے پر منہ مار رہے ہیں۔ یہ بچہ جس نے عالم ہست میں ابھی ابھی قدم رکھا ہے، جسے خارج کے موثرات نے چھوا تک نہیں، کس طرح معلوم کر لیتا ہے کہ اسے پستان منہ میں لے لینا چاہئے اور اس کی غذا کا سرچشمہ یہیں ہے؟ وہ کون سا فرشتہ ہے جو اس وقت اس کے کان میں پھونک دیتا ہے کہ اس طرح اپنی غذا حاصل کر لے؟ یقیناً وہ فطری ہدایت کا فرشتہ ہے اور یہی فطری ہدایت ہے جو قبل اس کے کہ تو اس وادراک کی روشنی نمودار ہو، ہر مخلوق کو اس کی پرورش و زندگی کی راہوں پر لگا دیتی ہے۔

تمہارے گھر میں پلی ہوئی بلی ضرور ہوگی۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ بلی اپنی عمر میں

پہلی مرتبہ حاملہ ہوتی ہے۔ اس حالت کا اسے کوئی پچھلا تجربہ حاصل نہیں۔ تاہم اس کے اندر کوئی چیز ہے جو اسے بتا دیتی ہے کہ تیاری و حفاظت کی سرگرمیاں شروع کر دینی چاہیں۔ جو نئی وضع حمل کا وقت آتا ہے، خود بخود اس کی توجہ ہر چیز کی طرف سے ہٹ جاتی ہے اور کسی محفوظ گوشے کی جستجو شروع کر دیتی ہے تم نے دیکھا ہو گا کہ مضطرب الحال بلی مکان کا ایک ایک کونہ دیکھتی پھرتی ہے۔ پھر وہ خود بخود ایک سب سے محفوظ اور ملینہ گوشہ چھانٹ لیتی ہے اور وہاں بچہ دیتی ہے۔ پھر یکایک اس کے اندر بچے کی حفاظت کی طرف سے ایک مجہول خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یکے بعد دیگرے اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے غور کرو! یہ کون سی قوت ہے جو بلی کے اندر خیال پیدا کر دیتی ہے کہ محفوظ جگہ تلاش کرے، بلی کے اندر خیال پیدا کر دیتی ہے کہ محفوظ جگہ تلاش کرے، کیونکہ فقیر ایسی جگہ کی اسے ضرورت ہوگی یہ کون سا الہام ہے جو اسے خبردار کر دیتا ہے کہ بلا بچوں کا دشمن اور ان کی بوسوگھتا پھرتا ہے، اس لئے جگہ بدلتے رہنا چاہئے؟ بلاشبہ یہ ربوبیت الہی کی فطری ہدایت ہے جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمود رکھتا ہے اور جو ان پر زندگی اور پرورش کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔ یہ ہدایت ہر ذی روح کو پیدائش کے ساتھ ہی عطا کر دی جاتی ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے۔

رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقًا ثُمَّ هَدَىٰ ۝ (ط' ۲۰: ۵۰)

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو (اس کے حسب حال) صورت عطا کی اور پھر اسے (اس کی حسب ضرورت) ہدایت سے نوازا۔

## ۲۔ ہدایت حسی

ہدایت کا دوسرا مرتبہ جو اس اور مدارکات حسی کی ہدایت ہے اور وہ اس درجہ واضح و معلوم ہے کہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ حیوانات اس جو ہر دماغ سے محروم ہیں جسے فکر و عقل سے تعبیر کیا جاتا ہے تاہم فطرت نے انہیں



احساس و ادراک کی وہ تمام قوتیں دے دی ہیں جن کی زندگی و معیشت کے لئے ضرورت تھی اور ان کی مدد سے وہ اپنے رہنے سہنے، کھانے، پینے، تولید و تناسل اور حفاظت و نگرانی کے تمام وظائف حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں۔ پھر جو اس و ادراک کی یہ ہدایت ہر حیوان کے لئے ایک ہی طرح کی نہیں ہے بلکہ ہر وجود کو اتنی ہی اور ویسی ہی استعداد دی گئی ہے جتنی اور جیسی استعداد اس کے احوال و ظروف کے لئے ضروری تھی چوٹی کی قوت شامہ نہایت دور رس ہوتی ہے، اس لئے کہ اسی قوت کے ذریعے وہ اپنی غذا حاصل کر سکتی ہے چیل اور عقاب کی نگاہ تیز ہوتی ہے کیونکہ اگر ان کی نگاہ تیز نہ ہو تو بلندی میں اڑتے ہوئے اپنا شکار دیکھ نہ سکیں۔

یہ ہدایت جو اس خمر کے ذریعے میسر آتی ہے اس کا ذکر قرآن مجید صبح

و بصر کے حوالے سے کرتا ہے۔

إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزٌ وَلُؤُنٌ

بے شک وہ سماعت سے محروم ہیں۔

(الشعرا، ۲۶: ۲۱۲)

بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ سُسُؤُلًا

(بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۶)

اور اس نے تمہاری رہنمائی کے لئے کان، آنکھیں اور دل و دماغ پیدا فرمائے۔

وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

(ملک، ۶۷: ۲۳)

وَالْأَفْئِدَةَ

### ۳۔ ہدایت عقلی

یہ عقل اور فہم و تدبیر سے میسر آتی ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید قلب، عقل،

فؤاد اور تعقل و تدبیر کے الفاظ میں کرتا ہے ہر جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ

وہ تدبیر اور بصیرت سے کام کیوں نہیں

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ

لیتے

انَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَإِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ  
لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (آل عمران، ۳: ۱۹۰)

بے شک آسمان اور زمین کی تخلیق میں  
اور شب و روز کی گردش میں عقل سلیم  
والوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی)  
نشانیوں ہیں۔

۳۔ ہدایت قلبی

یہ تزکیہ نفس کے ذریعے دل کی صفائی اور باطنی روشنی سے میسر آتی ہے۔  
اس کا ذکر قرآن مجید ”علم لدنی“ کے الفاظ میں کرتا ہے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام  
کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

أَتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّا  
لَدُنَّا عِلْمًا (الكهف، ۱۸: ۶۵)

ہم نے اسے اپنی طرف سے خصوصی  
رحمت عطا کی تھی اور اسے اپنی طرف  
سے خصوصی علم کے ساتھ نوازر کھا تھا۔

یہاں تک ہدایت اور رہنمائی کی جتنی صورتیں بھی بیان ہوئیں ظنی تھیں ان  
میں خطا کا احتمال رہتا ہے اس سے حاصل ہونے والا علم یقینی اور قطعی نہیں ہو سکتا۔ بے  
شک اس کے نتائج کتنے ہی صحیح کیوں نہ ہوں لیکن غلطی کا امکان پھر بھی باقی رہتا ہے  
یونکہ ان میں انسانی کسب کو دخل حاصل ہے۔

۵۔ ہدایت ربانی (ہدایت بالوحی)

(۱) ہدایت عامہ (هدایہ الغایہ)

یہ وہ یقینی ہدایت ہے جو انبیاء کرام کو بصورت وحی عطا ہوتی ہے اور ان کے  
ذریعے وہ انسانوں تک پہنچائی جاتی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ملتا ہے۔  
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ أَنْمَاتًا يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا  
(السجده، ۳۲: ۲۴)

اور ہم نے ان میں سے پیشوا یعنی انبیاء  
مبعوث کر دیئے جو انہیں ہمارے حکم کی  
رہنمائی عطا کرتے ہیں۔

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ شَاءَ

بیشک ہدایت کو گمراہی سے ممتاز کر دیا گیا



فَلْيُؤْمِنُوا وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ  
پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے  
جس کا جی چاہے کفر اختیار کر لے۔  
(البقرہ ۲: ۲۶۵)

ایک اور مقام پر اس ہدایت کا ذکر یوں کیا گیا:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِنَّمَا شَاكَرْنَا وَإِنَّمَا  
كُفِّرًا (الدھر ۳: ۷۶) دی ہے اب چاہے وہ مان لے یا انکار کر  
دے۔

یہ ہدایت تمام بنی نوع انسان کو یکساں طور پر عطا کی جاتی ہے۔ اس میں کسی کو امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ انبیاء کرام کی دعوت اسی ہدایت پر مشتمل ہوتی ہے اس لحاظ سے قرآن خود کو "ہدی للناس" کہتا ہے کہ یہ قرآن تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے یعنی تمام انسانوں کو بلا امتیاز رنگ و نسل روشنی مہیا کرتا ہے اور ہر ایک کو جہالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر علم و ہدایت کے اجالوں کی طرف لے آتا ہے یہ ہدایت ہر ایک کو زندگی کا مقصد اور منزل کا شعور عطا کرتی ہے۔ اسے ہدایت عامہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

### (ب) ہدایت خاصہ (ہدایہ الطریق)

یہ ہدایت ربانی کا دوسرا درجہ ہے جو ہدایت عامہ کے بعد بالخصوص اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے جو لوگ انبیاء کی دعوت پر ایمان لانے کے بعد منزل مقصود کے حصول کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں انہیں باری تعالیٰ اس خاص ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ ہدایت اس راستے کی مفصل نشاندہی پر مبنی ہوتی ہے جو اصل منزل تک پہنچاتا ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ملتا ہے۔

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ  
اور جو کوئی اللہ پر ایمان لے آئے اس  
کے دل کو صحیح رہنمائی عطا کر دی جاتی  
ہے۔  
(التغابن ۱۱: ۶۳)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

اعمال کئے ان کا رب انہیں ان کے  
ایمان کے باعث ہدایت سے سرفراز فرما  
دیتا ہے۔

يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ  
(يونس، ۱۰: ۹)

صاف ظاہر ہے کہ یہ ہدایت کا وہ مقام ہے جو صرف ایمان اور اعمال صالحہ  
کے نتیجے میں سامنے آتا ہے۔ مزید ارشاد فرمایا گیا ہے۔

فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا  
(البقرہ، ۲: ۲۱۳)

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہدایت  
دی جو ایمان لے آئے تھے۔  
جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں  
ہم یقیناً ان پر اپنے راستے کھول دیتے  
ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا لَنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا  
(عنکبوت، ۲۹: ۶۹)

یہ ہدایت عامہ سے بلند ہدایت ہے جو ہر شخص کے لئے مقرر نہیں۔ ارشاد

فرمایا گیا۔

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ نے  
ان کی ہدایت میں مزید اضافہ کر دیا۔

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى  
(محمد، ۳۷: ۱۷)

### ج) ہدایت الایصال

یہ وہ آخری ہدایت ہے جس میں منزل مقصود تک کامیابی و کامرانی کے ساتھ  
پہنچنے کی قطعی ضمانت عطا کی جاتی ہے۔ یہ ہدایت عام اہل ایمان کے لئے بھی نہیں بلکہ  
صرف ان مومنوں کے لئے ہے جو تقویٰ کی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ اس میں نہ صرف  
منزل مقصود کی روشنی مہیا کی جاتی ہے اور نہ صرف اس کے راستے کی نشاندہی کی جاتی  
ہے بلکہ خیر و عافیت کے ساتھ راہ حق کے مسافروں کو منزل مقصود تک پہنچا دیا جاتا ہے۔  
یہ راہنمائی کی سب سے اعلیٰ صورت ہے جس کی ضمانت سوائے قرآن کے دنیا کی کوئی  
اور کتاب مہیا نہیں کر سکتی اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے عنقریب انہیں اپنی منزل  
تک پہنچائے گا اور ان کا حال سنوار دے

سَيَهْدِيَنَّهُمْ وَيُصَلِّحُ بِآلِهِمْ  
(محمد، ۳۷: ۱۵)



گا۔

اسی طرح اہل جنت اپنی منزل جنت کو پا کر کہیں گے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا  
 (الاعراف، ۷: ۴۳)

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس  
 نے ہمیں اس منزل تک پہنچا دیا۔

قرآن حکیم اپنی رہنمائی کے اس درجے کا ذکر ان الفاظ میں بھی کرتا ہے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ  
 (بنی اسرائیل، ۱: ۹)

بے شک یہ قرآن اس منزل تک رہنمائی  
 کرتا ہے جو صحیح اور پختہ ہے اس ہدایت  
 کے میسر آ جانے کے بعد گمراہی کا کوئی

امکان نہیں رہتا۔

## انسانی زندگی اور مختلف ذرائع علم

اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ نظام ربوبیت نے انسان کو اپنے گرد و پیش اور ماحول سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مختلف ذرائع علم و ہدایت سے نوازا ہے۔ اسے سوچنے کے لئے طاقتور دماغ، دیکھنے کے لئے صاف شفاف آنکھیں، سننے کے لئے 'سناں کان' چکھنے کے لئے زبان، سونگھنے کے لئے ناک، چھوٹنے کے لئے ہاتھ اور احساس لمس کے لئے اعصاب بخشنے گئے ہیں۔ ان ذرائع علم کو عقل اور حواس کہا جاتا ہے یہ اس ذات کی عنایت ہے کہ اس نے ان ذرائع کو بالعموم ہر انسان کے لئے کھلا رکھا ہے، انہیں محدود اور مسدود نہیں فرمایا۔

انسان کو ذرائع علم عطا کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بھرپور طریقے سے کائنات میں زندگی بسر کر سکے مخلوقات اور ان کے خواص و اوصاف کو جانے، ان کی حقیقتوں کا ادراک کرے اور اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے مختلف زاویوں سے غور و فکر کر سکے۔

اس مقصد کے لئے بلا تیز رنگ و نسل، انسان کو جو ذرائع عطا کئے گئے ہیں انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حواس خمسہ ظاہری

۲۔ حواس خمسہ باطنی

۳۔ طائف خمسہ قلبی

### ۱۔ حواس خمسہ ظاہری

حواس کی پہلی قسم حواس خمسہ ظاہری کہلاتی ہے جن کی تعداد پانچ ہے اور یہ عمر کے ساتھ ساتھ تکمیلی مراحل طے کرتے چلے جاتے ہیں۔

۱۔ قوت لامہ: چھونے کی قوت

۲۔ قوت باصرہ: دیکھنے کی قوت

۳۔ قوت سامعہ: سننے کی قوت

۴۔ قوت زائقہ: چکھنے کی قوت

۵۔ قوت شامہ: سونگھنے کی قوت

یہ وہ پانچ ذرائع علم ہیں جن کی بدولت انسان اپنے گرد و پیش اور ماحول سے اپنا ادراک تعلق قائم کرتا ہے مگر یہ حواس صرف ظاہری دنیا (Physical World) کی حقیقتوں کو جاننے اور ان کا ادراک کرنے تک محدود رہتے ہیں یہ حواس انسانی ذہن کو فقط ظاہری خام مواد مہیا کرنے پر مامور ہیں قوت لامہ کا کام کسی چیز کو چھو کر یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ چیز کیسی ہے؟ نرم و گداز ہے یا سخت اور کھردری ہے لیکن اگر کوئی چیز غیر مادی جسم رکھتی ہے تو ہاتھ کو شش کے باوجود اس کے وجود کا سراغ نہیں لگا سکتے۔ اس طرح قوت باصرہ کا کام مرنی اشیاء کو دیکھنا اور ان کے وجود کا سراغ لگانا ہے لیکن آنکھ اسی وقت جسم کا سراغ لگا سکتی ہے جب کوئی چیز دیکھے جانے کے قابل ہو۔ اگر کوئی چیز غیر مادی ہے تو اس کو قوت باصرہ معلوم نہیں کر سکتی۔ علیٰ عذا القیاس قوت سامعہ کا کام آواز کا پتہ لگانا ہے خوشبو یا بدبو کو قوت شامہ کے ذریعے جانا جاتا ہے مٹھاس یا کڑواہٹ کا احساس قوت زائقہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔



## حواس خمسہ ایک دوسرے کا بدل نہیں بن سکتے

جو چیز آنکھ کے ذریعے معلوم کی جا سکتی ہے وہ کسی اور حس کے ذریعے نہیں جانی جا سکتی۔ مثلاً کوئی شخص آپ کے قریب آکر بیٹھ جائے اور آپ آنکھیں بند کر لیں تو اپنے بقیہ چاروں حواس استعمال کرنے کے باوجود آپ کسی صورت میں بھی اس شخص کے وجود کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی قوت سامعہ مفقود ہو جائے تو وہ بقیہ چاروں حواس کو آزمانے کے باوجود آواز کا سراغ لگانے سے قاصر رہتا ہے اگر زبان ذائقے کا پتہ نہ چلا سکے تو آنکھ، ناک، کان اور ہاتھ پاؤں سلامت ہونے کے باوجود انسان مختلف ذائقوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔

## حواس ظاہری کا دائرہ محدود ہے

اب ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہر حس کا ایک مخصوص دائرہ اور حلقہ ہوتا ہے جو اشیاء حواس ظاہری کے ذریعے معلوم کی جاتی ہیں انہیں ادراکات حسی کہتے ہیں جو شے جس حاسے کے دائرہ کار میں آتی ہے اسے ہمیشہ اسی حاسے کی مدد سے معلوم کیا جا سکتا ہے اگر اس حاسے کے بجائے اس پر دوسرے حواس آزمائے جائیں تو ہزاروں کوششوں کے باوجود اس چیز کی صحیح ماہیت اور ہیئت کا ادراک ناممکن ہوتا ہے۔ آواز کو کان کے ذریعے معلوم کیا جائے تو وہ سمجھ میں آ سکتی ہے رنگوں کو آنکھوں کے ترازو میں تولایا جائے تو ان میں امتیاز کیا جا سکتا ہے خوشبو کو قوت شامہ کے ذریعے معلوم کیا جائے تو وہ انسانی ادراک میں آ سکتی ہے، لیکن مذکورہ بالا حواس کے علاوہ اسی چیز کو کسی دوسرے حاسے کی مدد سے جاننے کی کوشش بیکار ثابت ہوگی۔ طے یہ پایا کہ اگر کوئی وجود دنیا میں موجود ہے مگر اس کو معلوم کرنے والی خاص حس موجود نہیں تو پھر باقی سارے حواس آزمانے کے باوجود اس وجود کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔

## ایک لطیف تمثیل

مولانا رومؒ نے اس بات کو ذہن نشین کرانے کے لئے بڑی عمدہ مثال دی ہے



فرماتے ہیں۔ کسی جگہ پانچ اندھے تھے انہوں نے ساری زندگی ہاتھی کو نہیں دیکھا تھا، ایک مرتبہ ہاتھی کو ان کے سامنے لاکھڑا کر دیا گیا اور ہر ایک سے کہا گیا کہ باری باری ہاتھ سے چھو کر بتاؤ کہ ہاتھی مجموعی طور پر کیسا ہوتا ہے ہر ایک نے اپنے ہاتھوں کی مدد سے اس ہاتھی کو جاننے کی کوشش کی چنانچہ اس کوشش کے نتیجے میں ایک نابینا کا ہاتھ ہاتھی کے پیٹ پر پڑا اس نے کہا ہاتھی تو دیوار کی طرح ہوتا ہے۔ ایک نابینا نے اپنا ہاتھ ہاتھی کی ٹانگوں پر رکھا تو اس نے خیال کیا کہ ہاتھی تو ستونوں کی طرح ہوتا ہے۔ ایک نے ہاتھی کے کان کو نوٹا تو اس نے گمان کیا کہ ہاتھی تو بچکے کی طرح ہوتا ہے اسی طرح نے سونڈ پر ہاتھ لگایا تو اس نے کہا کہ ہاتھ تو رستے کی مانند ہوتا ہے۔

انفرض پانچوں نابینا اپنے تمام تر حواس آزمانے کے باوجود اتنے بڑے وجود (ہاتھی) کے صحیح ادراک سے قاصر رہے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ جس حواس کی مدد سے اس وجود کو جانا جا سکتا تھا، یہ لوگ اس سے محروم تھے اور اس کی عدم موجودگی میں دوسرے تمام حواس آزمانے کے باوجود انہیں ہاتھی کی شکل و صورت معلوم نہ ہو سکی اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ:

ادراک: حواس خمسہ ظاہری صرف دنیا کی اشیاء (Physical World) کا ادراک کر سکتے ہیں جس میں مادہ بھی شامل ہے اور توانائی بھی۔

مثلاً: ہر حس کا ایک مخصوص دائرہ کار ہے جو چیز اس دائرے میں آجائے وہ حس فقط اسی کو محسوس کر سکتی ہے لیکن جو چیز اس حس کے دائرے سے باہر ہو اس چیز کا صحیح ادراک تمام حواس مل کر بھی نہیں کر سکتے۔

### انسانی جسم میں عقل کا کردار

ایک اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ اگر پانچوں حواس درست اور سلامت ہوں لیکن انہیں عقل کی سرپرستی حاصل نہ ہو تو یہ پانچوں حواس کسی چیز کو ٹھیک ٹھیک محسوس کرنے کے باوجود انسان کو کسی خاص نتیجے تک نہیں پہنچا سکتے۔ ان سے حاصل شدہ مواد خام مال (Raw material) یا ادراک (Perception) تو کہہ سکتے ہیں، علم



(Knowledge) ہرگز نہیں قرار دے سکتے یہ ادراک اور یہ احساس اس وقت علم کا روپ اختیار کرتا ہے جب آنکھوں کی بصارت، کانوں کی سماعت، ہاتھوں کے لمس اور زبان کے ذائقے کا تاثر عقل پر وارد ہو اور عقل اس سے صحیح نتائج اخذ کر کے انسانی جستجو کو خاص نفع عطا کر دے اور اس ادراک کو منظم کر دے۔

انسانی جسم کے جس حصے میں یہ عمل تکمیل پذیر ہوتا ہے، اسے دماغ کہتے ہیں، اللہ رب العزت نے بذات خود عقل کو ایک بہت بڑا کارخانہ (Factory) بنا دیا ہے۔ جس طرح ہوا اس ظاہری کے پانچ الگ الگ حصے تھے اسی طرح عقل کے بھی پانچ الگ الگ گوشے ہیں عقل کے یہ تمام حصے نہایت نظم و ضبط اور باہمی افہام و تفہیم سے کام کرتے ہیں، جو اس خمسہ ظاہری جو کچھ محسوس کرتے ہیں اس کے تاثرات جوں کے توں دماغ تک پہنچا دیتے ہیں۔ عقل اپنے پانچوں شعبوں کی مدد سے ان تاثرات سے صحیح نتیجہ اخذ کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ کان نے کیا سنا؟ ہاتھوں نے کیا چھوا؟ زبان نے کون سا ذائقہ چکھا اور آنکھ نے کیا دیکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان جو اس کا کام دماغ کے لئے معلومات کا خام مواد تیار کرتا ہے، ان محسوسات کو سمجھنا نہیں۔ کان بذات خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ سنے ہوئے الفاظ کا مطلب کیا ہے آنکھ بذات خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ سرخ اور سبز رنگ میں کیا فرق ہے ہاتھ اور زبان خود یہ نہیں بتا سکتے کہ فلاں چیز نرم ہے یا سخت، میٹھی ہے یا کڑوی، آخری فیصلہ عقل انسانی صادر کرتی ہے جو اس خمسہ نہیں کو یا علم کی آخری صورت گری عقل سے ہوتی ہے جو اس خمسہ سے نہیں۔

### انسانی حواس کی بے بسی

جو اس ظاہری کا دائرہ کار پہلے ہی صرف مادی اور طبیعی دنیا (Physical World) تک محدود تھا، غیر مادی اشیاء کا ادراک جو اس ظاہری کے ذریعے ناممکن تھا، یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ انسانی حواس کی معلوم کردہ اشیاء کو اگر عقل انسانی منظم اور مربوط نہ کرے تو جو اس خمسہ کے یہ تمام تاثرات علم کا روپ نہیں دھار سکتے۔



## ۲۔ حواس خمسہ باطنی

جس طرح محسوسات ظاہری کے لئے قدرت نے پانچ حواس تخلیق فرمائے

ہیں اسی طرح عقل انسانی میں بھی پانچ مدارکات پیدا کئے گئے ہیں جنہیں حواس خمسہ باطنی کہا جاتا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حس مشترک: انسانی عقل کا یہ گوشہ حواس ظاہری کے تاثرات کو وصول کرتا ہے۔ حواس کے اولین تاثرات اس حصہ عقل پر جا کر جذب ہو جاتے ہیں مثلاً جب ہم اپنی آنکھ سے کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو انسانی عقل کے اس حصے پر اس کی تصویر مرتسم ہو جاتی ہے اسی لئے اسے اوح النفس بھی کہتے ہیں۔

۲۔ حس خیال: حس خیال کا کام یہ ہے کہ مدارکات اور محسوسات کی جو تصاویر اور شکلیں حس مشترک میں پہنچتی ہیں، حس خیال ان کی ظاہری صورتوں کو اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے۔ مثلاً جب ہم لفظ "میں" بولتے ہیں، تو اس لفظ کی ظاہری صورت یعنی "میم" اور "نون غنہ" ہے۔ چنانچہ اس کے ظاہر کا یہ تاثر حس مشترک پر منعکس ہوتا ہے اور یہ تاثر بصورت تصویر حس خیال میں محفوظ ہو جاتا ہے۔

۳۔ حس واہمہ: جس طرح محسوسات کی ظاہری شکل و صورت کو حس مشترک نے حواس ظاہری سے وصول کیا تھا اور حس خیال نے اسے اپنے حافظے میں محفوظ کر لیا تھا، اسی طرح حس واہمہ مدارکات حسی کے مفہوم و معنی یعنی ان کی باطنی شکل و صورت کا اور اک کرتی ہے اور محفوظ رکھنے کے لئے ان تاثرات کو اس سے اگلی حس میں منتقل کر دیتی ہے جسے حافظہ کہا جاتا ہے۔

۴۔ حس حافظہ: یہاں محسوسات کے مفہوم یعنی معنوی وجود کو اس طرح سے محفوظ کیا جاتا ہے جس طرح ان کی ظاہری شکل کو حس خیال میں محفوظ کیا گیا تھا۔

۵۔ حس متصرفہ: پانچویں اور آخری باطنی حس متصرفہ کہلاتی ہے جس کا کام یہ ہے کہ حس مشترک میں آنے والی ظاہری صورت کو قوت واہمہ میں حاصل ہونے والے معنی سے اور حس خیال میں محفوظ شکل و صورت کو قوت حافظہ میں محفوظ مفہوم کے



ساتھ ہو رہی ہے۔ اس طرح انسان مختلف الفاظ سن کر ان کا مفہوم سمجھنے، مختلف رنگ دیکھ کر ان میں تمیز کرنے اور مختلف ذائقے چکھ کر ان میں فرق معلوم کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ پانچوں حواس باہم مل کر ایک خاص نقطے تک پہنچتے ہیں جسے علم کہا جاتا ہے۔ یہاں اور اک علم میں بدل جاتا ہے۔ اگر یہاں حس مشترک موجود نہ ہو تو یہ پانچوں حواس بے بس ہو کر رہ جائیں۔ اس طرح اگر ان میں حس واہمہ صحیح نہ ہو، تو آپ سب کچھ دیکھیں گے لیکن جان کچھ نہ سکیں گے۔ آواز تو سنائی دے گی مگر اس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آسکے گا۔ چیز کو ہاتھوں سے چھوا تو جا رہا ہو گا مگر نرم اور سخت چیزوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاسکے گا۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حواس ظاہری علم تک رسائی حاصل کرنے کے لئے حواس باطنی کے محتاج ہیں۔ جب تک حواس ظاہری کے مدد رکات ان پانچوں حواس باطنی سے گزر کر ایک صحیح نتیجے تک نہ پہنچیں اس وقت تک حواس ظاہری کے ذریعے محسوس کئے جانے والے تمام مادی حقائق علم کی شکل اختیار نہیں کر سکتے۔ گویا حواس ظاہری کسی شے کو محسوس تو کرتے ہیں، اسے معلوم نہیں کر سکتے۔

دوسری طرف عقل اور اس کے حواس باطنی عمل طور پر حواس ظاہری کے محتاج ہیں۔ اگر آنکھ دیکھنے سے، کان سننے سے، ناک سونگھنے سے اور زبان چکھنے سے محروم ہو تو تمام عقلی حواس مل کر بھی کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے۔ لہذا جہاں حواس عقل کے محتاج ہیں وہاں خود عقل بھی حواس کی محتاج ہے۔

اگر کسی بچے کی پیدائش کے بعد ایسے مقام پر پرورش کی جائے جہاں کوئی آواز اس کے کان میں نہ پڑنے پائے تو ایسا بچہ پچاس سال کا ہو جانے کے باوجود نہ کچھ بول سکے گا اور نہ کچھ سمجھ سکے گا۔ وجہ فقط یہ ہے کہ ہم جو کچھ اپنی زبان سے بولتے ہیں یہ دراصل نتیجہ ہوتا ہے ان آوازوں کا جو کانوں نے سنی اور ہمیں عقل نے حاویظ میں محفوظ کر لیا۔ جب یہ شخص اپنے کان سے کچھ سن ہی نہیں سکا اور اس کی عقل الفاظ، حروف، لہجوں اور آوازوں کو محفوظ ہی نہ کر سکی تو جس طرح اس کا دماغ الفاظ کے معاملے میں سفید کاغذ کی طرح کور رہا اسی طرح اس شخص کو اپنی کیفیات حاجات اور



خواہشات کے بیان پر بھی قدرت حاصل نہ ہو سکی۔

اب یہ طے پا گیا کہ انسانی عقل کی پرواز صرف وہیں تک ہوتی ہے جہاں تک وہ اس اپنا کام کرتے ہیں۔ چنانچہ جو حقیقت آپ کی باصرہ، سامعہ، لامسہ، ذائقہ اور شامہ قوتوں کی دسترس سے باہر ہو، اس کا ادراک، عقل بھی نہیں کر سکتی۔ جو اس کے ذمہ ماں کے بغیر عقل ایک عضو معطل ہے اور عقل کے بغیر سارے کے سارے جو اس عبث و بیکار ہیں۔ پس انسان کو جو ذرائع عطا کئے گئے ہیں، وہ ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اس لئے جو اس ختمہ اور عقل کی فعالیت کے باوجود انسانی زندگی کی حقیقت سے متعلق اکثر سوالات تشنہ طلب رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ انسان کو کس نے پیدا کیا؟ انسان کی تخلیق کیسے ہوئی؟ آغاز کائنات کیسے ہوا اور اس کا اختتام کیسے اور کب ہو گا؟ اس کائنات سے اس کا تعلق کیا ہے؟ اس کائنات میں زندگی گزارنے کے لئے کون سے قانون کی پاسداری کی جائے؟ کون سی چیز اچھی ہے اور کون سی بری؟ ظلم کیا اور انصاف کیا؟ مرنے کے بعد انسان کہاں جاتا ہے؟ آیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے یا ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے؟ اگر وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے تو اس نظام زندگی کا مفہوم کیا ہوا اور اگر مرنے کے بعد نئی زندگی میں داخل ہوتا ہے تو اس کی کیفیت کیا ہے؟ مزید یہ کہ مرنے کے بعد اس سے کوئی جواب طلبی بھی ہوگی یا نہیں۔

یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جو انسانی ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ علیٰ بذالقیاس، اگر انسانی زندگی کا مقصد ہے تو انسان کو ان سوالات کا تسلی بخش جواب چاہئے۔ جب یہ تمام سوالات انسانی عقل پر دستک دیتے ہیں تو انسان ان کے جواب کے لئے اپنی آنکھوں کی طرف رجوع کرتا ہے وہ جواب دیتی ہیں کہ ہم تو خود تیرے باعث معرض وجود میں آئی ہیں، ہم تیری تخلیق سے پہلے کا حال کیونکر جان سکتی ہیں۔ انسان اپنے کانوں سے پوچھتا ہے تو کان گویا ہوتے ہیں کہ ہمارا وجود خود تیری ہستی کا رہن منت ہے، جو اشیاء ہمارے دائرہ ادراک سے ماوراء ہیں، ہم ان کا جواب کیسے دے سکتے ہیں۔ انسان اپنی قوت شامہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ جواب دیتی ہے کہ یہ حقائق سونگھنے سے معلوم نہیں ہوتے، میں ان سوالات کا جواب کس طرح دوں۔ انسان اپنی قوت ذائقہ سے پوچھتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ ان ماورائی حقیقتوں کو چکھا نہیں جاسکتا، میں بھی



مجبور ہوں۔ پھر انسان اپنی قوت لامر سے سوال کرتا ہے تو وہ جواب دیتی ہیں، میں ان احوال کو چھو نہیں سکتی، ان کی نسبت کیا بتاؤں۔ ان فرض انسان نے جو اس خمہ میں سے ہر ایک کے دروازے پر دستک دی، ان میں سے ہر ایک سے پوچھا کہ بتاؤ ہمارا خالق کون ہے؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مجھے آنے کے بعد کہاں جانا ہے؟ اچھائی اور برائی کیا ہے؟ مگر انسانی جو اس انتہائی در ماندگی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حقائق کوئی آواز نہیں کہ ہم سن کر بتا سکیں، کوئی رنگ نہیں کہ دیکھ کر جواب دے سکیں، مادی اجسام نہیں کہ چھو کر فیصلہ صادر کر سکیں، اس طرح انسانی جو اس کی بے بسی اور عاجزی پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے اور جب یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ تمام حقائق جن سے انسان کی اخلاقی، روحانی اعتقادی و نظریاتی زندگی تشکیل پاتی ہے، پانچوں جو اس کی زد سے ماوراء ہیں تب انسان اپنی عقل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کا دامن جھنجھوڑ کر کہتا ہے، اے میرے وجود کے لئے سرمایہ افتخار چیز میری زندگی کے بنیادی حقائق سے متعلق مجھے تمام جو اس نے مایوس کر دیا، اب تو ہی اس سلسلے میں میری راہنمائی کر مگر عقل بھی اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہے، اے انسان میں تو تیرے جو اس کی محنت ہوں جو چیز جو اس کے ادراک میں نہیں آ سکتی، اس کے متعلق میں کیسے فیصلہ صادر کر سکتی ہوں، اگر جو اس خاموش ہیں تو مجھے بھی بے بس و مجبور سمجھ۔

رب العزت نے انسان کو ذریعہ علم کے طور پر ایک اور باطنی سرچشمہ عطا کیا

ہے نت وجد ان کہتے ہیں۔

### ۳۔ انسانی قلب کے لطائف

انسانی قلب کے بھی پانچ لطائف ہیں جن کو لطائف خمہ کہتے ہیں۔

۱۔ لطیفہ قلب

۲۔ لطیفہ روح

۳۔ لطیفہ سر

۴۔ لطیفہ نفسی

۵۔ لطیفہ انفسی



ان طائف کے ذریعے انسان کے دل کی آنکھ بنا ہو جاتی ہے۔ حقائق سے پرے اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں، روح کے کان سننا شروع کر دیتے ہیں اور یوں انسانی قلب بعض ایسی حقیقتوں کا ادراک کرنے لگتا ہے جو حواس و عقل کی زد میں نہیں آسکتے لیکن انسانی وجدان کی پرواز بھی طبیعی کائنات تک محدود ہے۔ امام غزالی ارشاد فرماتے ہیں:

ووراء العقل طور اخر تنفتح فيه  
عین اخری فیبصر بہا الغیب وما  
سیکون فی المستقبل وامورا اخر  
العقل معزول عنها  
(المنقذ من الضلال: ۵۴)

اور عقل کے بعد ایک اور ذریعہ ہے  
جس میں باطنی آنکھ کھل جاتی ہے اس  
کے ذریعے یعنی حقائق اور مستقبل میں  
ظہور پذیر ہونے والے واقعات کو دیکھا  
جاتا ہے اور ان دیگر امور کو بھی جن کے  
ادراک سے عقل قاصر ہوتی ہے۔

لیکن وہ حقائق جو طبیعی کائنات کی وسعتوں سے ماوراء ہیں جو خدا کی ذات و صفات سے متعلق ہیں اور انسانی تخلیق اور اس کے مقصد تخلیق نیز اس کی موت اور مابعد الموت سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے بارے میں حتمی اور قطعی علم نہ تو حواس دے سکتے ہیں، نہ عقل اور نہ ہی وجدان، انسان نے یک بعد دیگرے تینوں ذرائع علم کے دروازوں پر دستک دی، ان میں سے ایک ایک کو پکارا مگر ہر ایک نے اسے مایوس کر دیا۔ کوئی بھی ذریعہ اس کے علم کو حتمیت اور قطعیت نہ دے سکا۔ اب انسان خدا کی ذات کو پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ:

اے رب کائنات! میں خود اپنی ذات، اس کائنات اور تیری ذات کو یقینی طور پر سمجھنا چاہتا ہوں مگر میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو مجھے مطمئن کر سکے۔ اس لئے اس کائنات میں میرے لئے علم کا کوئی ایسا سرچشمہ پیدا کر دے، علم کا کوئی ایسا منبع تخلیق کر دے، جو مجھے ان حقائق کے بارے میں حقیقی آگاہی بخش سکے۔ جہاں تمام حواس ناکام ہو جائیں، وہاں اسے پکارا جاسکے، جہاں انسانی عقل خیرہ ہو جائے وہاں اس سے مدد کی درخواست کی جاسکے، جہاں انسانی وجدان بھی نامراد لوٹ آئے وہاں اس سرچشمہ علم سے فیضان کی بھیک مانگی جائے۔



## انسانی بے بسی اور علم نبوت کا فقدان

انسان جب پوری طرح اپنی علمی بے بسی اور فکری کم مائیگی کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ندا آتی ہے۔ اے انسان! تو نے اپنے علم اور اپنے ذرائع کی بے بسی کا اعتراف کر لیا۔ ہم تجھے یہی سمجھانا چاہتے تھے کہ تو کہیں اپنے حواس و عقل اور تشف و وجدان کی بدولت یہ تصور نہ کر بیٹھے کہ میرا علم درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ تیرا علم ابھی کائنات کی حقیقتوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ اسی نے قرآن مجید میں روح کی حقیقت پر بحث کے دوران میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَمَا أَوْتِيتُمْ بَيْنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا  
اور تمہیں بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا۔

(الاسراء، ۱۷: ۸۵)

تجھے جس سرچشمہ علم کی تلاش تھی وہ ہم نے نظام نبوت و رسالت کی صورت میں اس کائنات میں قائم کر دیا ہے جا دروازہ نبوت پر دستک دے، اسی چوکھٹ سے رہنمائی طلب کر۔ علم نبوت کے فیضان سے یہ تمام حقیقتیں بے نقاب ہو جائیں گی، چنانچہ علم نبوت اور ہدایت ربانی نے بالآخر انسان پر وہ احسان کیا ہے کہ اس سے اس کے شعوری، علمی اور فکری ارتقاء کا سفر اپنی منزل مقصود تک جا پہنچا، یہ سب کچھ ربوبیت الہیہ کا پرتو تھا جس نے انسانی کی ہسانی نشوونما کے ساتھ ساتھ اس کی شعوری اور فکری و علمی نشوونما کا بھی سامان مہیا کر دیا ورنہ وہ ہمیشہ ہمیشہ حقیقت مطلقہ سے لاعلمی اور جہالت کا شکار رہتا، اسی رب کریم کی شان ربوبیت نے اسے سنبھالا دیا اور اس کا قلب و شعور اپنے ساحل مراد تک پہنچنے کے قابل ہوا۔ اس آخری ہدایت کے بغیر انسان قلب و شعور

۱۔ حسیت ۲۔ عقلیت اور ۳۔ تشکیک کے بھنوروں سے نکل کر بالا خر

۴۔ لادریت کے دامن میں اعتراف ناکامی کر کے ستانے لگا تھا اور اس امر کا برملا اعان کر رہا تھا کہ انسان حقیقت علیا (Ultimate Reality) کو نہیں جان سکتا اور حسن مطلق (Absolute Reality) کی جلوہ ریزیوں سے شاد کام نہیں ہو سکتا کہ اسے یکایک ندا سنائی دی "لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ" (اللہ کی رحمت سے

مایوس نہ ہو) تمہاری جبلی، طبعی، حسی، عقلی اور قلبی وجدانی استعدادوں نے تمہیں جو اب دیا ہے، رب نے تو نہیں دیا؟ آہم تجھ پر ہدایت کا ایک اور ذرہ واژه کھولتے ہیں اور وہ ہے ”در نبوت“۔ اس کی دہلیز پر سر تسلیم خم کر، وحی الہی کے نور علم سے تجھے اس طرح منور کر دیا جائے گا کہ تیرے فکر و شعور کی ساری منزلیں قیامت تک اسی روشنی میں طے ہوتی رہیں گی۔ اس فیضان نبوت کے ذریعے تیری تمام مایوسیاں ہمیشہ کے لئے ختم کر دی جائیں گی۔ پھر تیرا فکری اور شعوری ارتقاء اس علم بالوحی کی روشنی میں ہمیشہ صحیح سمت میں اس طرح جاری رہے گا کہ اس پر کبھی تعطل نہ آسکے گا۔





حصہ دوم

تخلیق کائنات





## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### قرآن کے سائنسی مطالعہ کی حکمت

قرآن مجید باری تعالیٰ کی شان ربوبیت اور اس کی قدرتوں کے مشاہدے کے لئے دو عالموں کا ذکر کرتا ہے۔ عالم انفس اور عالم آفاق۔ عالم انفس کا ذکر ہم چند ضروری گوشوں کے حوالے سے پہلے کر چکے ہیں کہ کس طرح انسانی وجود کی داخلی کائنات میں نظام ربوبیت کے مظاہر جلوہ نما ہیں۔ اب ہم تخلیق ربانی کی تدریجی شانوں اور ربوبیت الہیہ کے ظہور کے ارتقائی نظاروں کا جائزہ عالم آفاق یعنی اس خارجی کائنات (Physical World) کے حوالے سے لیتے ہیں کہ اس کی تخلیق و تکمیل کس طرح عمل میں آئی یہ سلسلہ کن کن مراحل اور مدارج سے گزرا اور موجودہ سائنس کہاں تک اس کی تصدیق کرتی ہے۔ یہاں ہم اس حقیقت کو دوبارہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ نہ تو ہم آیات قرآنی کے معنی و مفہوم کو عصر حاضر کی سائنسی تحقیقات و اکتشافات کی مطابقت میں تکلفاً بدلنے کو جائز سمجھتے ہیں اور نہ قرآن مجید کی ان سائنسی بصیرات و تشریحات کو حتمی قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ سائنس خود ہمہ وقت معرض ارتقاء اور معرض تغیر میں ہے اس میں حتمیت و قطعیت (Finality) کا تناسب بہت کم ہے اس کے نظریات اور تحقیقات بدلتی رہتی ہیں۔ مگر قرآن مجید کے احکام و فرمودات حتمی اور ناقابل تغیر ہیں۔ دور جدید کے سائنسی علوم کے حوالے سے بعض مقامات قرآنی کے جائزے کی ہمارے نزدیک دو وجود ہیں اور یہی ہمارے پیش نظر ہیں۔

۱۔ قرآن مجید ایک ایسا سرچشمہ علم ہے جو ہمہ پہلو اور ہمہ جہت ہے۔ شان جامعیت، اس کا ایک ایسا مسلمہ اعجاز ہے جو کسی اور الہامی کتاب کو اس انداز کے ساتھ نہیں مل سکا۔ اس لئے اسے سمجھنے، اس کے معارف و اسرار کو جاننے اور اس کے معانی و اشارات کو پانے کی کوشش بھی ہمہ پہلو اور ہمہ جہت ہونی چاہئیں تاکہ قرآن مجید کی علمی عظمت و وسعت کو مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے سمجھا جاسکے۔ عصر حاضر میں چونکہ سائنس انسانی



علوم و فنون کا نقطہ کمال ہے اور باوجود تحقیقات و اکتشافات کے باب میں خطا و صواب کے امکانات کے اس کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اس لئے اس علمی و فنی نقطہ نظر سے بھی جب قرآن مجید کے احکامات و ارشادات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو تقویت ایمان کے ہزاروں نئے دروازے کھل جاتے ہیں اور آخر ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ کوشش بھی فہم قرآن کے ضمن میں تعقل و تفکر اور تدبر فی القرآن کے احکامات ہی کی تعمیل ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے عقائد و اعمال اور قلوب و احوال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ عالم انفس اور عالم آفاق سے متعلق کچھ بنیادی اور اصولی نوعیت کی ہدایات بھی عطا فرمائی ہیں جن میں کئی حیاتیاتی اور طبیعی حقائق بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ قرآن کا مقصود ان سائنسی اصولوں کو بیان کرنا نہ تھا اور نہ ہی اس غرض سے اس کا نزول ہوا۔ مگر بر سبیل تذکرہ ایسے متعدد حقائق بیان کر دیئے گئے جن کی حقانیت و صداقت کو دور جدید کی سائنسی تحقیقات کے حوالے سے خوب پرکھا جاسکتا ہے یاد رہے کہ قرآن حکیم میں ان حقائق کا بیان ہونا محض ایک اتفاق ہی نہیں بلکہ ایسے ذکر کی حکمت و غایت یہی تھی کہ وہ انفسی و کائناتی حقائق جنہیں اس قدر ترقی یافتہ سائنسی دور سے پہلے جاننا گویا انسانی استعداد کے لئے ناممکن تھا اگر قرآن نے عین صحت و قطعیت کے ساتھ جدید سائنسی دور سے صدیوں پہلے بیان کر دیئے ہیں جنہیں تم آج بھی اچھی طرح جان پرکھ سکتے ہو تو پھر اس معروضی، تنقیدی اور تجزیاتی شہادت کے مل جانے کے بعد تمہیں قرآن کی بقید تعلیمات کو بھی قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید کا سائنسی مطالعہ عصر حاضر کی نہ صرف علمی بلکہ ایمانی ضرورت بھی بن چکا ہے مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ سائنس چونکہ خود ایک ظنی علم ہے اور اس میں تناسب امکان (Degree of Probability) خاصی زیادہ ہے اس لئے آیات قرآنی کی تمام سائنسی تعبیرات کو معنی قرآن کے حوالے سے ہمیشہ حتمی و قطعی قرار نہیں دینا چاہئے بلکہ اس میں اختلاف نتائج اور اختلاف تعبیر کی گنجائش اسی طرح تسلیم کرتے رہنا



چاہئے جیسے دیگر فلسفیانہ، عقلی، منطقی، نحوی، ادبی، کلامی اور اشاری تغیرات و تعبیرات میں تسلیم کی جاتی ہے اور صاف ظاہر ہے کہ یہ اختلاف اور معنوی تنوع صرف تعبیر میں ہو گا، نصوص میں نہیں۔

## نظام ربوبیت اور کائنات کا طبعی ارتقاء

### تخلیق کائنات کے چھ ادوار:

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جملہ کائنات کی تشکیل و تعبیر کا سلسلہ چھ ادوار میں سے گزرا ہے جنہیں چھ ادوار تخلیق (of Creation Six periods) کا نام جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ **إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ**  
(یونس، ۱۰: ۳)  
بیشک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمان اور زمین (کائنات پست و بالا) کو چھ دنوں (ادوار) میں بنایا۔

۲۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

**اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ**  
(السجده، ۳۲: ۴)  
اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

۳۔ **سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَ**  
اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اسی کے لئے آسمانوں اور زمین (یعنی بالائی اور زیریں کائنات) کی حکومت ہے۔ (سب اسی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے) وہی جلاتا اور



السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۝

(الحدید، ۵۷: ۱-۳)

مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی

(سب سے) پہلا اور (سب سے) آخر اور

(قدرت کے اعتبار سے) ظاہر اور (ذات

کے اعتبار سے) پوشیدہ ہے اور وہ ہر

سب کچھ خوب جانتا ہے۔ وہی تو ہے

جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں

(تدریجاً مختلف منازل اور ادوار میں پیدا

کیا)

ان آیات میں ہر مقام پر چھ ایام (ادوار) میں تخلیق کائنات کے ذکر کے بعد

ایک بات مزید ارشاد فرمائی گئی ہے جس کا بیان ہم ترتیب سے کرتے ہیں۔

ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ

(یونس، ۱۰: ۳)

پھر وہ اپنے تخت قدرت پر جلوہ افروز ہوا

(اور) وہ ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے (یعنی

کائنات کے پورے نظام کو اپنے حکم سے

منظم فرماتا ہے)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ

(السنجدہ، ۳۲: ۴-۵)

پھر وہ (اپنے) تخت حکومت و قدرت پر

پھر وہ (اپنے) تخت حکومت و قدرت پر

جلوہ افروز ہوا۔ (اور) وہی آسمان سے

زمین تک (اوپر سے نیچے) ہر کام کی تدبیر

فرماتا ہے۔

سورۃ الحدید کی بیان کردہ آیات کے بعد بھی اسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

## تخلیق کائنات اور آٹھ قرآنی اصول

ان ارشادات قرآنی سے ہم درج ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

۱۔ کائنات از خود معرض وجود میں نہیں آئی اسے باری تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے یعنی

اس کی تخلیق اتفاقیہ (By Chance) نہیں بلکہ ایک خالق (Creator) کے

ارادے اور فعل خلق کا نتیجہ ہے۔

۲۔ کائنات کی تخلیق کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زیریں، بالائی اور وسطانی یعنی زمینی، آسمانی اور خلائی۔

i- Earthly Creation

ii- Heavenly Creation

iii- Intermediary Creation

جیسا کہ سورہ السجدہ میں مذکور ہے ”خَلَقَ السَّمَوَاتِ الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا“ (اس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تخلیق فرمایا) یہی مضمون سورہ نمبر ۶:۴۰، ۵۹:۴۵، ۳:۴۲، ۳۸:۵۰، ۱۶:۲۱، ۷:۴۲ اور ۷:۴۸: ۳۷، ۸۵:۱۵، ۳:۴۶ اور ۸۵:۴۳ میں بھی بیان ہوا ہے ارض و سما کے درمیان عالم خلق کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے دو جدید کی سائنسی تحقیقات کے مطابق (World Cosmic Extra galactic) کی طرف توجہ کرنا اشد ضروری ہے جس میں Stars Galaxies اور Planetary systems شامل ہیں۔

۳۔ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی متعدد ہیں۔ اگر سات کا عدد آسمانوں (بالائی طبقات) کے لئے محض تعدد اور کثرت (Plurality) کے معنی میں تصور کیا جائے تو زمین کی طرح کے اور طبقات اور سیارگان بھی متعدد معلوم ہوتے ہیں اور اگر سات کے عدد کو خاص اور معین تصور کیا جائے تو زمین سے بالکل ملتے جلتے سات طبقے یا سیارے ثابت ہوتے ہیں اس دوسرے مفہوم کے اعتبار سے سائنس کو ابھی تحقیق و اکتشافات کے مزید کئی مرحلوں سے گزرنا پڑے گا کیونکہ قرآن مجید نے یہ اشارہ اس آیت کریمہ میں فرما دیا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَبَيْنَ  
الْأَرْضِ بِمِثْلَهُنَّ (العلاق، ۶۵:۱۲)

اللہ وہی ہے جس نے سات آسمانوں اور  
ان ہی کی طرح (سات) زمینیں پیدا  
کیں۔

اس امر کی تصریح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نبوی ﷺ سے



بھی ہوتی ہے جسے امام احمد اور ترمذی نے بروایت کیا ہے۔ (المطہری، ۹: ۳۳۳)

۴۔ کائنات ارض و سماء کی تخلیق تدریجاً عمل میں آئی۔

۵۔ کائنات کی تخلیق کا تدریجی عمل

(Evolutionary process of the creation)

چھ ایام (ادوار) پر مشتمل ہے۔

۶۔ کائنات ارض و سماء کے جملہ امور ایک باقاعدہ نظام کے تابع ہیں جو باری تعالیٰ کے حکم اور قدرت سے قائم اور رواں دواں ہے۔

۷۔ اس کی تدبیر (Divine Planning) کائنات کے پورے نظام کو ایک مقصد اور نظم کے تحت مربوط اور منظم کرتی ہے جس کے نتیجے میں جملہ امور اس طرح انجام پاتے ہیں کہ کوئی وجود اس ضابطہ قدرت سے انحراف نہیں کر سکتا۔

۸۔ کسی چیز کا زمین میں داخل ہونا اس میں سے خارج ہونا، نیچے سے اوپر جانا، اوپر سے نیچے اترنا، کسی کا باقی رہنا اور ختم ہو جانا۔ الغرض یہ سب کچھ اسی کے قائم کردہ نظام اور اس کے جاری کردہ قوانین کے مطابق ہے۔

### چھ ایام سے کیا مراد ہے؟

ان تمام نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے ہیں قرآن مجید ہی سے اس امر کو متعین کرنا ہے کہ کائنات ارض و سماء کی تدریجی تخلیق کے ضمن میں جن چھ ایام کا ذکر آیا ہے ان سے مراد کیا ہے۔ اگر یہ گمان کیا جائے کہ یہاں یوم سے مراد وہی دن ہے جو سورج کے طلوع و غروب کے ساتھ قائم ہے اور چھ ایام سے مراد ہفتہ سے جمعہ تک کے معروف دن ہی ہیں تو یہ درست نہیں اس لئے کہ بات زمین اور آسمان اور ان کے مابین ساری کائنات کی تخلیق سے متعلق ہو رہی ہے جس میں سورج چاند اور زمین وغیرہ کی اپنی تخلیق بھی شامل ہے صاف ظاہر ہے جب سورج، چاند اور زمین کی تخلیق خود عمل میں نہیں آئی تھی تو طلوع و غروب آفتاب کا نظام کہاں موجود تھا اور جب سورج کے طلوع و غروب کا نظام ابھی معرض عمل میں نہیں آیا تھا تو ہمارے حساب کے مطابق



معروف معنوں میں دنوں اور ہفتوں کی گنتی کا بھی کوئی تصور نہ تھا۔ بنا بریں جب کائنات ارض و سما کے اس سلسلہ تخلیق کی مدت کو معروف معنی میں 24/24 گھنٹوں پر مشتمل چھ دنوں پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ چھ ایام سے مراد کیا ہے؟ جواب بالکل واضح ہے کہ یوم سے مراد ایک دور (Period/Era) ہے جو ایک غیر معینہ طویل مدت (A Long span of time) پر مبنی ہے اور ستہ ایام سے مراد چھ ادوار تخلیقی (Six periods of creation) ہیں۔

قرآن مجید نے بھی یوم کے لفظ کو مختلف طویل مدتوں کے بیان کے لئے استعمال کیا ہے ارشاد ایزدی ہے۔

وہی آسمان سے زمین پر ہر کام کی تدبیر فرماتا (یعنی کائنات پست و بالا کا سارا نظام اس کے امر کے تابع چلتا ہے) پھر یہ (درجہ بدرجہ) اس کے پاس پہنچ جائے گا ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کا ہو گا۔

يُدَبِّرُ الْأُمُورَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ بِمِثْقَاتِ دُحُرٍ (السجدة ۴۲: ۵)

اس آیت کریمہ میں ہمارے نظام شمسی کے حساب کے مطابق ایک ہزار سال کی مدت کو ایک یوم سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر پچاس ہزار سال کی مدت کے لئے یوم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

(یہ وہ وقت ہو گا جب) فرشتے اور جبریل اس کی طرف عروج کریں گے (اور یہ عذاب) اس دن ہو گا جس کا اندازہ (دنیا کے) پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) سال کا ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (المعارج ۴۰: ۴)

ان آیات مبارکہ سے یہ امر طے پا گیا کہ تخلیق ارض و سما کے ذکر میں جن چھ ایام کا بیان آیا ہے ان سے مراد چوبیس گھنٹوں کی مدت پر مشتمل ایام نہیں بلکہ خود قرآنی تصور یوم کے تحت غیر محدود طوالت پر مبنی مدت کا ایک دور (Period) ہے جو لاکھوں کروڑوں اربوں برس پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن مجید نے اس یوم کے



لئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں فرمائی۔ جب ایک جگہ ہزار اور دوسری جگہ پچاس ہزار سال کو یوم قرار دیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اسی لفظ یوم کا اطلاق کئی لاکھ اور کروڑ برس پر بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال چھ ایام سے مراد تخلیق کائنات کے چھ ادوار (Sex periods of creation) ہیں۔

ہمارے اس موقف کی تائید مفسرین میں سے امام ابو السعود العمادی ۹۵۱ھ نے بھی کی ہے۔ سورہ یونس، ۱۰:۳ کے تحت لکھتے ہیں۔

فی ستہ ایام۔ ای لی ستہ اوقات فان  
النفس الیوم الذی ہو عبارة عن  
زمان کون الشمس فوق الارض  
ما لا يتصور تحلقه حين لا ارض  
ولاسماء (تفسیر ابی السعود، ۲: ۱۱۸)

چھ دنوں میں۔ یعنی چھ اوقات و ادوار  
میں کیونکہ وہ دن جو سورج کے زمین پر  
طلوع ہونے سے عبارت ہے۔ اس کا  
تحقق ہی ممکن نہیں کیونکہ اس وقت  
زمین و آسمان موجود ہی نہ تھے۔

صاف ظاہر ہے ایسی صورت میں یوم سے مراد کوئی مدت اور زمانہ ہی لیا جائے گا۔ امام راغب اصفہانی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

الیوم یعبّر بہ عن وقت طلوع  
الشمس الی غروبها وقد یعبّر بہ عن  
مدّة من الزمان ای مدّة کانت  
(المفردات: ۵۵۳)

یوم سے مراد ایک تو سورج کے طلوع  
سے غروب تک کا وقت ہے اور  
دوسرے اس سے مراد کسی بھی زمانے پر  
مشتمل مدت ہے خواہ وہ جتنی بھی ہو۔

علامہ آلوسی سورہ یونس کی آیت میں ”ستہ ایام“ کے تحت فرماتے ہیں:

ولا یمكن ان یبراد بالیوم الیوم  
المعروف لانه كما قبل عبارة عن  
کون الشمس فوق الارض وهو ما  
لا يتصور تحلقه حين لا ارض  
ولاسماء (روح المعانی، ۱۱: ۶۳)

یہاں یوم سے مراد معروف معنی میں دن  
نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ جیسا کہ کہا جاتا ہے  
زمین پر سورج کے طلوع ہونے سے  
عبارت ہے اور وہ ممکن ہی نہیں کیونکہ  
اس وقت نہ زمین تھی نہ آسمان (اور نہ  
طلوع آفتاب کا کوئی تصور)

اس امر کی تصریح آلوسی نے سورہ اعراف کے تحت بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو  
روح المعانی جلد ۵ جز ۸: ۱۳۲ حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی اس قول کہ ان ایام  
سے مراد ایام دنیا نہیں بلکہ ایام آخرت کی مدت ہے، سے بھی مذکورہ بالا تصور کی تائید  
ہوتی ہے۔

### تصور تخلیق کے عناصر اربعہ

قرآن مجید نے کائنات ارض و سماء کی تخلیق و ارتقاء کے باب میں چار بنیادی  
عناصر کو بیان کیا ہے جس کی تصدیق عصری سائنسی تحقیق نے بھی کر دی ہے۔ وہ عناصر  
درج ذیل ہیں۔

۱۔ تخلیق کائنات کا آغاز ابتداء ایک تخلیقی وحدت (Primary Single Mass)  
ت ہونا اور بعد ازاں اس کا تقسیم کیا جانا۔

۲۔ ابتدائے تخلیق میں، خالی حالت (Gaseous State) کا پایا جانا۔

۳۔ زمینی زندگی کا آغاز پانی سے ہونا۔

۴۔ چھ ادوار تخلیق میں زمینی زندگی کے ارتقاء کا چار ادوار پر مشتمل ہونا۔

۱۔ تخلیق کائنات کا آغاز ایک تخلیقی وحدت سے ہوا (قرآن اور

### جدید سائنس)

تصور تخلیق کے عناصر اربعہ میں سے پہلا عنصر یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا  
آغاز ابتداء ایک تخلیقی وحدت Primary Single Mass سے ہوا۔ قرآن  
مجید کا عطا کردہ تصور یہ ہے کہ کائنات کے بالائی اور زیریں حصے (زمین و آسمان) سب کچھ  
ایک وحدت (Unique Mass) کی طرح باہم پیوست تھے یعنی ایک بلاک  
(Block) کی طرح تھے۔ بالآخر اسی تخلیقی وحدت کو پھوڑا گیا اور مختلف حصے ایک  
دوسرے سے جدا جدا ہو گئے۔

اسی طرح مادی کائنات کے مختلف حصے وجود میں آئے اور اس میں توسیع ہوتی  
چلی گئی قرآن مجید اس سلسلے میں بیان کرتا ہے۔



أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا  
(الانبیاء، ۳۱: ۳۰)

کیا کافروں نے اس بات پر نظر نہیں کیا  
(یعنی غور نہیں کیا) کہ کائنات کے سماوی  
بالائی اور ارضی زیریں طبقات ایک  
دوسرے کے ساتھ ایک وحدت کی طرح  
پیوست تھے پھر ہم نے ان کو جدا جدا کر  
دیا۔

اس آیت کریمہ میں دو الفاظ قابل توجہ ہیں۔

### رتق اور فتق

رتق کا معنی ضم التمام ہے یعنی ایک وحدت (Unit) بن جانا۔ اسے انگریزی

زبان میں

“Fusing and binding together to make a homogenous whole”

کہتے ہیں۔

اسی طرح فتق اس کا عکس ہے۔ اس کا معنی ہے الفصل بین المتصلین  
جڑے ہوئے وجودوں کو پھوڑ دینا اور انہیں علیحدہ علیحدہ کر دینا۔ اسے انگریزی میں

“Action of breaking diffusing and separating”

کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے تخلیق کائنات کی نسبت اس اصولی تصور کو چودہ صدیاں (۱۴۰۰  
سوسال) پہلے بیان کر دیا تھا اور اہل فکر و دانش کو اس تخلیق کے نظام (Process) میں  
غور و خوض کرنے کی دعوت بھی دے دی گئی تھی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ (آل عمران، ۳: ۱۹۱)

کائنات سماوی و ارضی کی تخلیق میں  
غور و فکر کرتے ہیں۔

مگر سائنسی تحقیق نے مدتوں کے بعد نیارخ آج قرآنی حقیقتوں کی طرف موڑا  
ہے اور تصور تخلیق کائنات کے باب میں اسی نتیجے کی طرف بڑھ رہی ہے جسے قرآن

واشنگٹن لفظوں میں بہت پہلے بیان کر چکا ہے۔ جدید سائنس میں (Astronomy) اور (Modern Cosmology) کی تحقیقات نے (Big Bang Theory) کی شکل میں قرآنی بیان کی تصدیق کی ہے۔ اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ نیوٹن (Newton) نے ۱۶۶۷ء میں ایک ہمہ گیر کائناتی کشش کا تصور (Concept of Universal Gravitation) دیا اور کائنات کی نسبت یہ نظریہ دیا کہ یہ ساکن (Static) اور غیر متغیر (Un-Changing) ہے۔ بعد ازاں آئن سٹائن (Einstein) نے ۱۹۱۵ء میں نظریہ اضافت (Theory of Relativity) دیا۔ جس نے مادے، توانائی، کشش، زمان اور مکان (Matter, Energy, Gravity, Space and Time) کے درمیان باہمی تعلق کو واضح کیا اور نیوٹن کے دیئے ہوئے ساکن کائنات (Static Universe) کے تصور کو رد کیا۔ مگر یہ بھی تخلیق کائنات کی نسبت کوئی نیا تصور نہ دے سکا۔ حتیٰ کہ سائنسدانوں میں ایڈون ہبل (Edwin Hubble) ۱۹۵۳ء وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ سائنسی تحقیق پیش کی کہ کائنات غیر متغیر نہیں بلکہ مسلسل وسعت پذیر (Expanding) ہے اس تحقیق نے نظریہ فتن (Big Bang Theory) کو جنم دیا ہے۔

حال ہی میں ۱۹۶۵ء میں آرنو پنزیس (Arno penzias) اور رابرٹ ولسن (Robert Wilson) نامی دو امریکی سائنسدانوں نے (Cosmic Background Radiation) کی دریافت کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ طبیعی کائنات کی ابتداء ایک تخلیقی وحدت (وفاق) سے ہوئی جسے Minute Cosmic Egg کا نام دیا گیا ہے جو غیر معمولی توانائی (Energy) کا حامل ایک وجود تھا۔ وہ اچانک پھٹا تو اس فتن (Explosion) سے کائنات پست و بالا کے مختلف حصے معرض وجود میں آئے۔ اسی سے سب کھلشائیں جو زمینی اور آسمانی طبقات پر مشتمل ہوتی ہیں، بنیں۔ درج ذیل چار بنیادی قوتیں (Four basic forces) جن سے اجرام کائنات کا باہمی تعامل عبارت ہے، بھی اسی عمل سے تخلیق ہوئیں۔



- 1- Gravity
- 2- Electromagnetism
- 3- Strong Nuclear Forces
- 4- Weak Nuclear Forces

نتیجہ کائنات کے زیریں اور بالائی حصے وجود میں آکر وسعت پذیر ہونے لگے اور یہ توسیعی عمل تیزی سے

(Expanding Process at Enormous Speed)

آج تک جاری ہے۔

### توسیع خلق کائنات اور قرآن

(Expanding of Universe and Qur'an)

سائنس نے آج تخلیق کائنات کے باب میں جس توسیعی عمل (Expansion) کے جاری رہنے کا بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اس کی صراحت بہت پختہ کر چکا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

وَبَخَلِقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ  
(النحل ۱۶: ۸)

اور وہ اس قدر تخلیق فرماتا رہتا ہے جس کا تمہیں اندازہ ہی نہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ  
(فاطر ۳۵: ۱۱)

اور وہ کائنات کی تخلیق میں اضافہ فرماتا رہتا ہے جس قدر وہ پسند فرمائے۔

اسی طرح یہ حقیقت ہے کہ اس توسیعی عمل کے ذریعے رب کائنات کے امر کن کے نتیجے میں لمحہ بہ لمحہ کئی کائناتیں اور مخلوقات معرض وجود میں آتی رہتی ہے جن کی کسی کو بھی صحیح خبر نہیں۔ اقبالؒ اسی فلسفہ تخلیق کو اپنے الفاظ میں یوں واضح کرتے ہیں۔

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید  
کہ آ رہی ہے دمام صدائے کن نیکون

## کانتار تقا---فتقناهما

جدید سائنس نے حالتِ دتق کے خاتے اور قرآن مجید کے مطابق فتق (Explosion) کے واقع ہونے کا عرصہ آن سے تقریباً پندرہ ارب سال قبل کا بیان لیا ہے۔ اس سے پہلے کی تفصیل کیا ہے؟ سائنس یہ بیان کرنے سے معذور ہے۔ یہ مقدمہ قرآنی اعلان کن فیکون سے ہی کھلتا ہے۔ البتہ جدید سائنس۔ کانتار تقا۔ کی تعبیر میں یہ بتاتی ہے کہ کشش کی ایک غیر معمولی قوت تھی جس نے وجود کائنات کو ایک اکائی اور وحدت کی طرح باہم پوست رکھا ہوا تھا۔ اسے (Single Unifying Force) کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں اچانک تفریق و تقسیم ہو گئی جو فتقناهما پر منتج ہوئی۔ اس وقت عملِ فتق کے فوراً بعد دنیا کے درجہ حرارت (Temperature) کی نسبت یہ اندازہ قائم کیا گیا ہے کہ یہ 100 ارب سنی گریڈ یا 180 ارب فارن ہائیٹ سے زیادہ تھا اور اس کے صرف ایک منٹ کے بعد درجہ حرارت گر کر 10 ارب سنی گریڈ یا 18 ارب فارن ہائیٹ رہ گیا یاد رہے کہ اس وقت دنیا کا اوسط درجہ حرارت 454 فارن ہائیٹ / 270 سنی گریڈ ہے جو ممکن حد تک کم سے کم سطح جسے مطلق صفر (Absolute Zero) کہتے ہیں سے صرف زیادہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عملِ فتق سے کائنات میں اس قدر حرارت نے جنم لیا جس کا درجہ حرارت آج تک تدریجاً کم ہوتا رہا ہے۔

## اصول تخلیق، خلقی وحدت کی تقسیم اور نور محمدی ﷺ

جس طرح ہم مادی اور طبیعی کائنات کی تخلیق میں دتق اور فتق کے عمل میں ایک خلقی وحدت کی تقسیم اور تفریق کے نظام کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ اصول ہمیں اس سے پہلے غیر مادی کائنات کی تخلیق اور اصل ابتدا خلق (Origin of Creation) میں بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ جب لوح و قلم، عرش و کرسی اور ملائکہ وغیرہ کی تخلیق عمل میں آئی، تب بھی ان سب کو ایک ہی نورانی وحدت سے مستزاع لیا گیا۔ اس نورانی وحدت کا نام نور محمدی ﷺ تھا۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ



انساری کی روایت سے ثابت ہے۔ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بائیں معنی کہ نور الہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اسیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور یعنی نور محمدی ﷺ کے چار حصے کئے۔ ایک حصے سے قلم پیدا کیا۔ دوسرے سے دن اور تیسرے سے عرش پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ ایک سے عاقلان عرش کو پیدا کیا، دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے، پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ ایک سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے جنت و دوزخ آگے طویل حدیث ہے۔

یا رسول اللہ ﷺ باہی انت وامی  
اخبرنی عن اول شئی خلقہ اللہ  
تعالیٰ قبل الاشیاء نور نبیک من  
نورہ فجعل ذالک النور بدور  
بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالیٰ ولم  
یکن ذالک الوقت لوح ولا قلم  
ولاجنہ ولانار ولا ملک ولا سماء  
ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن  
ولا انس۔ فلما اراد اللہ ان یخلق  
الخلق قسم ذالک النور اربعہ  
اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم  
من الثانی اللوح و من الثالث  
العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعہ  
اجزاء فخلق من الجزء الاول حملہ  
العرش و من الثانی الكرسی و من  
الثالث باقی الملائکہ ثم قسم الجزء  
الرابع اربعہ اجزاء فخلق من الاول  
السموات و من الثانی الارضین و من  
الثالث الجنہ و النار... (الحدیث)

مصنف عبد الرزاق بحوالہ قسطلانی (۹:۱)  
ترجمہ از مولانا اشرف علی تھانوی  
نشر الطیب: ۱۱۳



وہ غیر معمولی قوت جس نے کشش کے ذریعے وجود کائنات کو ایک وحدت کی طرح پیوست رکھا ہوا تھا حقیقت میں کیا تھی یہ تو ذات باری ہی بہتر جانتی ہے جو ہر شے کی خالق ہے مگر حدیث مذکور کی روشنی میں اس کی ایک تعبیر یہ بھی سامنے آتی ہے کہ Single Unifying Force اسی نورانی وحدت یعنی نور محمدی ﷺ کا ہی ایک جز اثر یا پرتو تھا جس کی بعد ازاں عالم طبیعی کی تخلیق کے لئے تقسیم عمل میں آئی۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جس کی تفصیل آپ نزول سورہ فاتحہ کے باب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

نور محمدی ﷺ کا اس کائنات میں نورانی وحدت کے طور پر موجود ہونا بلکہ اسی سے فضائے کائنات کا معمور ہونا جس کا ذکر ہم آج تک احادیث نبوی اور ائمہ و اسلاف کی کتب میں پڑھتے رہے ہیں۔ اب دور حاضر کی سائنسی تحقیقات بھی اسی حقیقت کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ سائنس نہ تو نور محمدی ﷺ کی حقیقت معلوم کر سکتی ہے اور نہ اس کی ماہیت کا ادراک اس کے دائرہ تحقیق میں ہے۔ مگر جو کچھ اس کی معلومات و تحقیقات (Finding) میں آ رہا ہے اس کی سمت اسی حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔

۱۹۴۰ء میں George Gamow نامی سائنسدان نے

”Big Bang Evidence“ کے حوالے سے تحقیق کو یہاں تک پہنچایا ہے۔

”Right after the Big Bang, the Universe was so hot that thermonuclear reactions could occur throughout space. This would mean that the early Universe was filled with high-energy, shortwave photons (Particles of light)

P. 382 (Origin of the Universe)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی کائنات بہت کثیر القوتہ نور کے ساتھ معمور تھی۔



یہ تحقیق اس امر کی تصریح کر رہی ہے کہ کائنات کا ابتدائی اور اولین دور فقط نور سے معمور تھا۔ ہم اس سائنسی بیان کا من و عن مذکرہ بالا حدیث نبوی کے مضمون پر اطلاق نہیں کر رہے۔ اس لئے کہ حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ فقط یہ واضح کر رہے ہیں کہ سائنس ابتدا تخلیق میں کائنات کے اندر محض نور کے موجود ہونے کو تسلیم کر چکی ہے۔ اس کی ماہیت اور حقیقت کیا تھی؟ (اللہ ورسولہ اعلم) تاہم اس قدر تحقیق کا منہ شہود پر آنا اسلام اور احادیث نبوی کی حقانیت کی بین دلیل ہے۔

یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ نظام ربوبیت میں ہر سطح پر عمل تخلیق، خلقی وحدت کی تقسیم ہی کے نظام کے تحت وجود میں آیا ہے۔ گویا ہر جگہ ایک ہی اصول تخلیق کار فرما ہے۔ یہی اس کی توجہ کی معروضی اور مشاہداتی دلیل ہے۔ رحم مادر میں انسانی تخلیق کا عمل بھی اسی اصول کے تابع ہوتا ہے جس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

بَا أَبْهَاءَ النَّاسِ اتَّقُوا الَّذِي  
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا  
زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا  
وَّنِسَاءً (النساء، ۴: ۱۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو  
جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔  
پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان  
دونوں میں سے بہت سے مرد و عورت  
(پیدا کئے اور) پھیلا دیئے۔

## قرآنی صداقت کی ایک اور ایمان افروز تائید

### سائنسی تحقیق اور ثبوت قیامت

جہاں قرآن مجید نے طبعی کائنات کی تخلیق کی نسبت چند اہم حقائق بیان کئے ہیں وہاں اس کے اختتام کی بعض خصوصی علامات کا بھی ذکر کیا ہے جن کی تائید و تصدیق عملی طور پر جدید سائنس کے ذریعے ہو رہی ہے ہم پہلے جدید سائنس کی تحقیقات و اکتشافات کا خلاصہ درج کرتے ہیں تاکہ اصل تصور واضح ہو جائے۔ یہ امر ذہن نشین رہے کہ دور حاضر کے سائنس دانوں کی رائے میں اس مادی اور طبعی کائنات (Physical Universe) کا آغاز اجرام ارضی و سماوی کی تخلیق و تقسیم کے جس



عمل سے ہوا وہ آج سے تقریباً پندرہ ارب برس پہلے رونما ہوا اور اس کا اختتام اس وقت سے تقریباً اسی (۸۰) ارب برس بعد (یعنی آج سے پینسٹھ ارب سال بعد) ہو گا۔ یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ سائنس آغاز عالم کو "Explosion" کے ذریعے تسلیم کرتی ہے اور خاتمہ "Collision" کے ذریعے اس تحقیق کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

## BEGINNING WITH A BANG

Most astronomers now believe that the universe started with a gigantic explosion—the Big Bang—about 15 billion years ago (in any case, between 13 and 20 billion year ago). According to the theory, a "Minute cosmic egg" of immeasurable energy exploded, Matter, gravity, and electromagnetism were created in the unimaginable blast, galaxies formed, and the universe began to expand at enormous speed, as it is still doing today.

Two other concepts have been proposed to explain the birth of the universe: the Oscillating Universe and the Steady State.

### Oscillating Universe

The big Bang idea is taken a step further by the Oscillating Universe theory. The present expansion, it says, will be followed by a contraction, brought on by the force of gravity. The outward-speeding galaxies will slow and stop, like balls tossed straight up in the air, then fall back toward the center. Finally, they will collide, triggering a new Big Bang; the cycle is repeated about once every 80 billion years.

Most scientists believe that the universe will continue to expand, but that at a certain point, matter will collapse into huge black holes. Hydrogen and helium, which today constitute most of the universe, will be used up in thermonuclear fire of stars, about  $10^{12}$  years from now. No new stars will be born, and the universe will consist of dead stars, meteoroids, rocks, and other cosmic debris.



## Beyond the ultimate black holes

Eventually, after trillions of years have passed, two stars within a galaxy will collide with enough energy to kick one of the stars out of the galaxy. The other stars remaining in the galaxy will fall into a lower energy orbit closer to the center of the galaxy. Then, owing to the emission of gravitational radiation, these stars will fall into the galaxy's center, coalescing into one huge black hole.

When the universe is  $10^{27}$  years old, it will consist of huge black holes surrounded by dead stars. After more time, entire galaxies will spiral toward each other and collapse into supergalactic black holes. Eventually, after about  $10^{106}$  years, these black holes will evaporate in burst of particles and radiation equal to the explosion of a billion 1-megaton H-bombs.

(Book of Facts Reader's Digest, 1987) "Facts about the Universe"

تخلیق کائنات کے بعد اس کی مسلسل توسیع و ارتقاء اور بالآخر اس کے انجام کے بارے میں موجودہ سائنسی تحقیق "Oscillating Universe Theory" کی شکل میں سامنے آئی ہے جو درج ذیل امور واضح کرتی ہے۔

۱۔ وسعت پذیر کائنات بالآخر سکڑنا شروع ہوگی۔ ککشانیں (Galaxies) مزید پھیلنے کی بجائے اپنے مرکز کی طرف سکڑنے لگیں گی حتیٰ کہ ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گی۔

۲۔ یہ ٹکراؤ "Collision" ایک بہت بڑے دھماکے پر منتج ہوگا۔ یہ بھی پہلے کی طرح ایک "Big Bang" ہوگا جس کا عرصہ اس وقت سے تقریباً ۱۶۵ ارب سال بعد کا بیان کیا گیا ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم)

۳۔ سماوی طبقات سکڑ جائیں گے۔ ان کا مادہ دفعہ "Collapse" ہو جائے گا۔ ان کی کشش ثقل اتنی بڑھ جائے گی کہ ایک دوسرے کو کھینچ لیں گے اور اس طرح یہ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں گے اور یہ سب بے نور ہو جائیں گے۔ جنہیں



Huge Black Holes کہا گیا ہے۔

۴۔ کہکشاؤں کے ستارے آپس میں ٹکرا کر ایک دوسرے کو کہکشاؤں سے باہر گرا دیں گے۔ حتیٰ کہ اسی عمل کے نتیجے میں کہکشاؤں میں بھی آپس میں چکرائے لگیں گی اور بالآخر ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گی۔

۵۔ ستاروں میں ہائیڈروجن (Hydrogen) اور ہیلیم (Helium) جن سے روشنی ہوتی ہے۔ خرچ ہو کر ختم ہو جائیں گی اور یہ سب بے نور ہو جائیں گے۔

۶۔ بعد ازاں یہ "Huge Black Holes" (سکڑے ہوئے سیاہ مادے) بھی بخارات کی طرح ذرات بن کر (ریزہ ریزہ ہو کر) منتشر ہو جائیں گے۔

### مذکورہ سائنسی حقائق قرآن و حدیث کی روشنی میں

اس امر میں تو شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ قرآن و حدیث کا بیان موجودہ سائنسی تحقیق سے چودہ صدیاں پہلے ہمارے پاس آچکا ہے۔ اب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سائنسی تحقیق جوں جوں حد بلوغ کو پہنچے گی تو قرآن و حدیث اور اسلام کے حقائق کا انکار ہر ذی علم کے لئے عملًا ناممکن بنتا جائے گا کیونکہ اختتام عالم کے حوالے سے قرآن یہی کچھ اپنے انداز میں پہلے بیان کر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو

۱۔ کَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ ہاں ہاں، جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے گی۔ (الفجر، ۸۹: ۲۱)

یہ "Collision" اور "Big Bang" کا بیان ہے۔

۲۔ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ جب آسمان شق ہو جائے گا (یعنی پھٹ جائے گا) اور وہ اپنے رب کا حکم بجا لائے گا اور اسے سزاوار بھی یہی ہے۔ (الاشقاق، ۸۳: ۱-۲)

۳۔ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكُوَاكِبُ انشَرت ۝ جب آسمان یعنی سب سماوی طبقات پھٹ جائیں گے اور جب ستارے جھڑ کر گر جائیں گے۔ (الانفطار، ۸۲: ۱-۲)

یہ کہکشاؤں، ستاروں اور سیاروں کے باہم ٹکرا جانے اور "Collapse"



ہو کر "Huge Black Holes" میں بدل جانے اور ستاروں کے کھکشاؤں سے باہر گر جانے کا بیان ہے۔

۴۔ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ  
انْكَدَرَتْ (الکوہر، ۸۱: ۱-۲)

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب تارے (بے نور ہو کر) جھڑپڑیں گے۔ اس میں سورج چاند اور ستاروں کی روشنی کے ختم ہو جانے اور ان کے ٹکرا کر پڑنے کا بیان ہے۔

۵۔ فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ  
فُرِجَتْ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ  
(المرسلات، ۷۷: ۸-۹)

پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا (اور اس میں جھروکے سے نظر آنے لگیں گے) اور جب پہاڑ (ریزہ ریزہ ہو کر) اڑتے پھریں گے۔

ان امور کی تصریح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الشمس والقمر مکوران يوم القیامہ  
(صحیح البخاری، ۱: ۳۵۳)

قیامت کے دن سورج اور چاند بے نور ہو کر آپس میں ٹکرا جائیں گے۔

شارحین حدیث نے مکوران کے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

بجمعان و بلفان کما بلف العمامہ  
(حاشیہ صحیح البخاری، ۱: ۳۵۳)

(دونوں آپس میں مل جائیں گے اور ایک دوسرے پر اس طرح چڑھ جائیں گے جیسے عمامہ کے بل اسے انگریزی میں

Colliding اور Overlapping کہتے ہیں۔

ذاهبا الضوء والمراد ان السموات  
والارض بجمعان

ان کی روشنی ختم ہو جائے گی محض سورج اور چاند ہی نہیں بلکہ جملہ سماوی طبقات یعنی سب کھکشاؤں آپس میں مل جائیں گی یعنی ٹکرا جائیں گی۔

حاشیہ نمبر ۹: سکوران بومہ القیامہ والمراد ان السموات والارض بجمان  
وبلفان كما يلف العنابہ (صحیح البخاری، ۱: ۱۲۵۳)

۶۔ اسی طرح حضرت مقدادؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:  
تدنی الشمس بوم القیامہ من الخلق حتی تکون منہم کمقدار میل  
قیامت کے دن سورج مخلوق (زمین) کے اس قدر قریب آ جائے گا کہ درمیان  
میں فقط ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ (صحیح المسلم، ۲: ۳۸۳)  
(مشکوٰۃ المصابیح: ۳۸۳)

یہ ٹکرا جانے سے پہلے کی حالت کا بیان ہے۔ اسی قرآن مجید میں ارشاد فرمایا  
آیا۔

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ  
وَالسَّمَاوَاتُ (ابراہیم، ۱۳: ۳۸)  
اس دن یہ زمین (باقی نہ رہے گی اور)  
اور دوسری زمین (یعنی میدان حشر) سے  
بدل دی جائے گی۔ اور (تمام) آسمان  
بھی بدل دیئے جائیں گے یعنی اس حال  
میں باقی نہ رہیں گے۔

تبدل الارض سے مراد اس دنیا کا اپنی موجودہ صورت میں باقی نہ رہنا ہے  
جیسا کہ پیچھے اس کے۔ ٹکرا کر پاش پاش ہو جانے کا بیان آیا ہے۔ حضرت عائشہ سے  
مروی درج ذیل حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

۸۔ سالت رسول اللہ ﷺ عن  
قوله عز وجل يوم تبدل الارض غير  
الارض والسموات فابن بكون  
الناس يومئذ بارسول الله فقال علي  
الصراط (صحیح المسلم، ۲: ۳۷۱)  
میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس  
ارشاد الہی کہ اس دن یہ زمین ختم کر کے  
دوسری سے بدل دی جائے گی اور  
آسمان بھی، کی نسبت سوال کیا کہ پھر اس  
دن لوگ کہاں ہوں گے؟ تو آپ  
ﷺ نے فرمایا پل صراط پر۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۸۲)

اسی طرح امام لمبسیؒ اور ملا علی قاری کے مطابق محدثین نے تبدل السموات



(آسمانوں کا بدل دیا جانا کا معنی سورج، چاند اور ستاروں وغیرہ کا منتشر ہو جانا اور پھٹ جانا مراد لیا ہے، جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے۔ اس کا ذکر اس "Theory" کے آخری حصے میں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۹۔ وَالسَّمَوَاتِ سَطُوتٌ بِيَمِينِهِم  
(الزمر، ۳۹: ۶۷)

(قیامت کے دن) تمام آسمان (سماوی طبقات کاغذ کی طرح) لپیٹ دیئے جائیں گے (اور وہ سب) اس کے دست قدرت و اختیار میں ہوں گے۔

یہاں سب بالائی کائنات، ستاروں اور سیاروں وغیرہ کے Collapse ہو جانے اور باہم ٹکرا جانے کا ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۰۔ بطوى الله عز وجل السموات  
يوم القیامة ثم ياخذ بن بیده الیمنی  
ثم يقول انا الملك ابن العبارون  
ابن المتکبرون ثم بطوى الارضین  
بشماله ثم يقول انا الملك ابن  
العبارون ابن المتکبرون  
(صحیح المسلم، ۲: ۳۷۰)  
(مشکوٰۃ المسائیح، ۳۸۲)

قیام کے دن اللہ تعالیٰ سب آسمانی طبقات کو ..... سمیٹ کر ختم کر دے گا۔ پھر انہیں دائیں ہاتھ میں لے کر یعنی تمام بالائی کائنات کو اپنے دست اختیار میں لے کر فرمائے گا۔ میں (ہر شے پر طاقت اور قدرت رکھنے والا ہوں) آج جابر اور متکبر لوگ کہاں ہیں (جو اپنی نام نہاد حکومت پر گھمنڈ کرتے تھے) پھر تمام زمینوں کو یعنی زیریں کائنات کے تمام اجرام کو سمیٹ کر ختم کر دے گا اور انہیں بائیں ہاتھ میں لے کر اسی طرح ارشاد فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں، آج جابر اور متکبر لوگ کہاں ہیں۔

ان احادیث میں دائیں اور بائیں ہاتھوں میں لے کر سمیٹ دینے کا ذکر

استعارہ ہے۔ اصل مقصود اسی تصور کو واضح کرنا ہے کہ جس طرح باری تعالیٰ نے نظام قدرت کے تحت زمین و آسمان سورج، چاند، ستارے، کہکشاؤں بلکہ سب زیریں اور بالائی کائناتیں آپس میں ٹکرا کر ختم ہو جائیں گی۔

یہاں ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ جس طرح سائنس نے اختتام دنیا پر پہلے کی طرح ٹکراؤ (Collision) اور دھماکے (Big Bang) کا ذکر کرتے ہوئے اس عرصہ حیات کو ایک دور (Cycle) قرار دیا ہے اور بالآخر پہلی سی حالت کے لوٹ آنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا بیان ملاحظہ ہو۔ قرآن کا اعلان یہ ہے کہ قیامت کے قریب پھر وہ خالی حالت (Gaseous State) لوٹ آئے گی۔

۱۱۔ فَارْتَفَبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ  
 مُبِينٍ (الدخان، ۱۰:۴۴) (سارا) آسمان ظاہر ادھوئیں (Smoke) کا روپ دھارے گا۔

یہاں سماوی طبقات کے نوٹ پھوٹ کر پھر اسی دخانی حالت (Gaseous State) سے بدل جانے کا ذکر ہے۔ جس سے سارا ماحول بھر جائے گا۔ اسے حدیث نبوی میں علامات قیامت کے طور پر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حذیفہ بن اسید ثقفاری حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

۱۲۔ انھا لن تقوم حتی تروا قبلھا  
 عشر ايات فذكر الدخان .....  
 وطلوع الشمس من مغربها  
 (صحیح المسلم، ۲: ۱۳۹۳)  
 (مشکوٰۃ المصابیح: ۱۳۷۲)  
 قیامت اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک اس سے پہلے تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر حضور ﷺ نے (مشرق سے مغرب تک محیط) دھوئیں کا ذکر فرمایا۔۔۔۔ (اور آگے) سورج کے الٹی سمت سے (مغرب سے) طلوع ہونے کا بھی ذکر کیا۔

حدیث مبارک میں بھی آیا ہے۔

بملا ما بین المشرق والمغرب  
 بمکث اربعین یوما ولیلہ  
 اسی دھوئیں سے مشرق و مغرب تمام  
 اطراف عالم بھر جائیں گے اور مسلسل



دن رات قائم رہے گا۔

بہر حال اس بات کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہو سکتی کہ تمام اجرامِ ارضی و سماوی نما جائیں گے تو اس دھماکے سے آگ اور دھوئیں وغیرہ کا پیدا ہونا امرِ الٰہی ہے۔ اس لئے اسی حدیث میں وَاخِرَ اِذَا لَكَ نَارٌ اَوْ رَاسٌ لِيْ اٰخِرَىٰ عِلْمَتِ آتِغِ بِہِ الْاٰتِیَّانِ بِہِیْ ہِیْ۔ جدید سائنس بھی آگ اور دھوئیں کی اس کیفیت کے پیدا ہونے کا اعتراف کر چکی ہے۔ مزید یہ کہ سورج اسی سمت (مغرب) سے طلوع ہونے کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ کشش (Gravitation) جو ان اجرام کو اپنے اپنے مستقر اور مدار پر مقرر سمت میں گردش پذیر رکھتی ہے جب اس میں کمی بیشی واقع ہو جائے گی تو ان کی حرکت کی سمتیں سب متضاد اور متضاد ہو جائیں گی اور اس کے نتیجے میں بالآخر سب کچھ تپس میں نذرِ لہر پاش پاش ہو جائے گا۔

یہ بیان قیامت ہے جو اس مادی کائنات کے اختتام کی صورت ہے۔ جسے جدید سائنس نے اپنے انداز میں من و عن تسلیم کر لیا ہے اور اس کی قرآن و حدیث میں مذکور ملامتوں کی توجیہ بھی پیش کر دی ہے۔

### ابتدائے تخلیق میں دھانی حالت کا پایا جانا

عالمِ طبیعی کی تخلیق اور ارتقاء کے باب میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید نے سماوی طبقات کی تخلیق کے وقت دھانی حالت (Gaseous State) کے پائے جانے کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَہِیْ دُخَانٌ  
 (حم السجدہ ۴۱: ۱۱)  
 طبقات کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں  
 (Cloud of Hot Gases)  
 تھا۔

### آسمان کی حقیقت

السماء کا لفظ سما سمو سے ہے۔ جس کے معنی بلندی کے ہے۔ لغت عرب میں ہے "سماء کل شیء اعلاہ" (ہر چیز کے اوپر جو کچھ ہے) وہ اس چیز کا سما ہے۔ لہذا

کرہ ارض کے اوپر جس قدر کائنات موجود ہے وہ عالم سموات ہے۔

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (البقرہ ۲۴:۲۴) اور اس نے آسمان سے (یعنی کرہ ارض کی بالائی فضا سے) بارش برسائی۔

بنابریں زمین کے اوپر کا طبقہ کائنات عالم طبعی کی آخری حد تک عالم سماء کہلاتا

ہے۔ اس آیت کریمہ میں استوی کا لفظ استعمال ہوا ہے جو قابل توجہ ہے۔ استوی میں سیدھا کھڑے ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تسوید کے معنی کسی چیز کو برابر کرنے، ہموار بنانے اور اسے اعتدال و توازن کے ساتھ قائم کر دینے کے ہیں۔ جب استوی کے ساتھ الی بطور صلہ آتا ہے تو اس کے معنی توجہ اور ارادہ کرنے کے ہو جاتے ہیں۔ یہاں تخلیق کائنات کے اوائل دور کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

قرآن مجید سے آسمان کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ یہ کوئی ایسا ٹھوس اور جامد جسم نہیں جس کے آر پار جانا ممکن نہ ہو۔ جیسا کہ قدیم فلاسفہ کا خیال تھا اور ہمارے بعض علماء نے بھی یہی تصور کر لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ  
..... فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ  
وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا  
السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ  
(تم السجدہ ۱۱:۳۱-۱۲)

پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔ ..... پھر ان اوپر کے طبقات کو دو ادوار میں مکمل سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اسی سے متعلق احکام بھیجے اور ہم نے سب سے نچلے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا۔

مذکورہ بالا آیت اور اس کے سیاق و سباق سے درج ذیل چند نئے امور سامنے

آتے ہیں جنہیں ہم نے پچھلی بحث میں بیان نہیں کیا۔

(۱) باری تعالیٰ نے عالم ارضی کو عالم سماء سے پہلے تخلیق کیا۔ زمین کا آسمانی طبقات سے پہلے تخلیق کیا جانا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔

قال ان الارض خلقت قبل السماء  
(صحیح بخاری)

انہوں نے کہا کہ زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے کی گئی۔



بعض علماء کا خیال ہے کہ آسمان زمین سے پہلے تخلیق ہوا۔ جیسا کہ ابن جریر نے حضرت قتادہ سے یہ خیال نقل کیا۔ یہ علماء کہتے ہیں کہ مجرد آسمان یعنی عالم بالا کی تخلیق پہلے ہو گئی تھی۔ مگر اس کی طبقاتی تقسیم اور استواء زمین کے بعد وجود میں آیا۔ جب کہ ائمہ متقدمین و متاخرین میں سے اکثریت کا خیال یہی ہے کہ زمین کی تخلیق پہلے ہوئی اور آسمان کی باقاعدہ صورت گری بعد میں وجود میں آئی۔

یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ اس جگہ ہماری ساری بحث عالم طبیعی "Physical Universe" اور اسی کی تخلیق سے ہے جہاں تک عرش و کرسی، لوح و قلم یا دیگر مابعد الطبیعی عوامل کا تعلق ہے۔ ان کی تخلیق تو بلاشک و شبہ بہت پہلے ہو چکی تھی۔ ان کے زمانہ تخلیق کا تصور بھی چشم خیال کے لئے ناممکن ہے۔

(۲) عالم سماء ابتداء دھواں A Cloud of Hot Gases تھا۔

(۳) پہلے اقتدار الہی میں ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ جس سے اٹھنے والے آبی بخارات Celestial smoked Clouds نے آسمانی دھواں تشکیل دیا۔ گویا عالم طبیعی کی تمام بالائی اور زمینی مخلوقات کا آغاز پانی سے ہوا۔ اس امر کی تائید اس آیت قرآنی سے ہوتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ  
اور وہی رب ہے جس نے آسمانوں اور  
زمین کو چھ اوار میں تخلیق کیا اور (اس  
سے پہلے) اس کا اقتدار پانی پر تھا۔  
(ہود، ۱۱: ۷)

یعنی تحت اقتدار کے نیچے پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس پانی سے باری تعالیٰ نے دخان Celestial Smoke کی صورت میں دھواں اٹھایا اور اس سے عالم سماوی تشکیل دیا۔ سدی نے ابو مالک، ابوصالح، ابن عباس، ابن مسعود اور متعدد دیگر صحابہ سے یہ روایت کیا ہے۔

فلما اراد ان يخلق الخلق اخراج من  
السماء دخانا فارفع فوق الماء فسماء  
عليه فسماء سماء  
جب اللہ تعالیٰ نے طبیعی مخلوق کو پیدا  
کرنے کا ارادہ کیا تو پانی میں سے دھواں  
اٹھایا اور اسے پانی کے اوپر کی فضا میں  
قائم فرما دیا۔ پھر اس عالم کا نام سماء یعنی  
آسمان رکھ دیا۔  
(ابن کثیر، ۱: ۶۸)

اس امر کی مزید تصریح ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے۔

ذالک الدخان من تنفس الماء حين  
تنفس فجعلها سماء (ابن کثیر: ۶۸:۱)

یہ دھواں (جس کا ذکر قرآن مجید میں  
تخلیق آسمان کے سلسلے میں آیا ہے) پانی  
کے بخارات سے بنا تھا جب یہ دھواں  
(Hot Gases) اوپر اٹھا تو اسی کو  
آسمان بنا دیا گیا۔

۴۔ اس عالم سماء کو سات محکم طبقات میں تقسیم کیا گیا جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔  
الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا  
(الملک: ۶۷: ۳) جس نے طبق در طبق سات آسمان تخلیق  
کئے۔

اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں سات کا عدد خاص بھی ہو سکتا ہے اور  
اس سے مراد محض عددی کثرت بھی ہو سکتی ہے۔

۵۔ تمام ستارے اور سیارے مثلاً چاند، سورج اور دیگر اجرام فلکی جو عالم افلاک میں  
چراغوں کی مانند چمک رہے ہیں، پہلے طبقہ آسمانی میں موجود ہیں۔ ان کا مدار آسمان دنیا  
ہی کے نیچے ہے۔ کوئی ستارہ یا سیارہ پہلے آسمان سے اوپر نہیں۔ یہ تمام سیارگان فلکی  
باری تعالیٰ کے حکم اور اس کی تدبیر کے مطابق محور گردش ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔  
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مَسْعُورَاتٌ  
بِأَمْرِهِ (الانعام: ۷: ۵۳) اور سورج چاند اور ستارے سب اسی  
کے حکم کے تابع چل رہے ہیں۔

اسی طرح ارشاد ہے۔

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ  
ہر ایک اپنے اپنے مدار میں گردش پذیر  
ہے۔ (الانبیاء: ۲۱: ۳۳)

۶۔ زمین و آسمان پر مشتمل کائنات کی حدود اس نوعیت کی نہیں ہیں کہ ان کو چھوا نہ جا  
سکے یا ان کے آر پار آنا جانا ناممکن ہو۔ قرآن و حدیث سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں کہ  
انسان آسمانوں کے پار نہیں جا سکتا بلکہ اس کا امکان عقلی و شرعی خود قرآن سے یوں



ثابت ہے۔

اے جن و انسان کے گروہ اگر تم میں  
اس قدر طاقت ہو کہ آسمانوں اور زمین  
کے کناروں سے نکل جاؤ تو بیشک نکل  
جاؤ۔ جہاں بھی نکل کر جاؤ گے اسی کی  
سلطنت و حکومت ہوگی۔

بَا مَعَسَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ  
أَنْ تَنْفِذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ فَأَنْفِذُوا ۚ لَا تَنْفِذُونَ إِلَّا  
بِسُلْطَانٍ (الرحمن: ۵۵، ۵۶)

اسی آیت کریمہ کے مفہوم کا ایک مفاد یہ سمجھنا ہے کہ انسان، زمین و آسمان  
کے کناروں سے تو باہر نکل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی کی حدود سے نہیں نکل سکتا۔  
سائنس تخلیق سماوی کے باب میں بھی قرآن کی تصدیق کرتی ہے

جدید سائنس نے ابتدائے تخلیق میں دھانی حالت (Gaseous State) کے  
موجود ہونے کو تسلیم کیا ہے جسے "Primary Nebula" کے تصور کے طور پر  
پیش کیا گیا ہے۔ جدید سائنسی تحقیق نے Cosmic Blast off کے حوالے سے  
بیان کیا ہے۔

The fan-shaped ORION NEBULA, which glows in  
Orion's sword (inset), 1600 light years away from  
the EARTH, consists of a cloud of hot gases and  
dust spread out, over at least 30 light years of  
space.

Origins of the Universe

Reader's Digest (U.S.A 1987, Book of facts, P. 382)

افرض اس سے بڑا قرآنی معجزہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابتدائے کائنات میں  
زمین سے اوپر کی فضاء میں سولہ سو نوری سالوں کی مسافت پر اس دھانی حالت  
(Cloud of Hot Gases) کا پایا جانا آج ثابت ہو چکا ہے جس کا بیان قرآن

مجید نے چودہ سو سال پہلے کر دیا تھا اور جس کی تصریح احادیث نبوی میں بھی کر دی گئی تھی۔

### (۳) زمینی زندگی کا آغاز پانی سے ہونا

اس عنصر تخلیق کی وضاحت بھی قرآن نے کر دی ہے۔ جس میں اس امر کی صراحت ہے کہ زندگی کا آغاز پانی سے ہوا ہے بلکہ زیریں اور بالائی کائنات کی تخلیق کے وقت بھی ہر سو پانی ہی پانی تھا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ  
(ہود: ۱۱: ۷)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ادوار میں بنایا اور (اس سے قبل) اس کا تخت اقتدار (Authority) پانی پر تھا۔ یعنی زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے (عالم مادی میں) صرف پانی تھا۔

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر پانی کا جملہ مظاہر حیات پر مقدم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ  
(الانبیاء: ۲۱: ۳۰)

اور ہم نے ہر مظہر حیات کی تخلیق کا آغاز پانی سے کیا۔ کیا وہ (اس حقیقت سے آگاہ ہو کر) بھی ایمان نہیں لاتے؟

اس آیت قرآنی نے بہت بڑی سائنسی حقیقت (Scientific fact) کو بیان کیا ہے جس کی تائید دور جدید کی سائنس نے آج کر دی ہے۔

بیساکہ ہم پہلے عنصر کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ تخلیق ارضی

(Origin of the earth) سے تخلیق حیات (of the life) تک کا درمیانی زمانہ جو Azoic era کہلاتا ہے۔ جسے قرآن مجید نے ہوسین (Two periods) سے تعبیر کیا ہے اور جو زمانہ قبل ظہور حیات ہے۔ یہ پانی (Water) اور پہاڑوں (Mountains and Rocks) کا زمانہ ہے صاف



نظاہر ہے کہ پہاڑوں کا وجود تو زمین کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہوا مگر پانی اس وقت سے تھا جب زمین و آسمان پر مشتمل طبیعی کائنات کی تقسیم بھی عمل میں نہیں آئی تھی۔

جب زمین پر زندگی کا آغاز ہوا، جو اربعہ ایام (Four Eras) کے ابتداء کا دور ہے تو اس کے ابتدائی زمانے میں بھی زندگی کے آثار اور مظاہر خشکی (Land) پر نظر نہیں آتے بلکہ صرف پانی (Seas) میں نظر آتے ہیں جدید سائنسی تحقیق نے اس قرآنی امر کو ثابت کر دیا ہے کہ اس دور کے پہلے زمانے (Precambrian) میں زندگی کے جملہ مظاہر و آثار فقط پانی میں ہی تھے۔ ان کا کوئی وجود خشکی (Land) پر نہ تھا۔ بلکہ دوسرے زمانے (Palaeozoic Era) (نئے زندگی کا عہد قدیم Ancient life) سے تعبیر کیا گیا ہے) میں بھی ابتداء زندگی فقط پانی تک محدود تھی خشکی پر نہ تھی۔

جدید سائنسی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں Cambrian اور Ordovician کے دونوں عرصوں میں آبی زندگی (Life in sea) ہے۔ خشکی کی زندگی (Life of land) کا کوئی سراغ نہیں ملتا لہذا یہ بات سائنسی تحقیق سے بھی پایہ تحقیق کو پہنچ گئی کہ قرآن مجید کا اعلان کہ ہم نے زندگی کے جملہ مظاہر کا آغاز پانی سے کیا حق ہے۔ خشکی پر زندگی کا آغاز Selurian period میں ہوا۔ سب سے پہلے پودے (Plants) جو خشکی پر معرض وجود میں آئے۔

Vascular Plants یا First Tracheophytes ہیں جن کا نام

"Pseudo-sporochnus" اور "Hynia, Asteroxylon, Phynia"

ہے یہ بغیر پتوں کے تھے اور یہ بھی سمندروں کے کناروں پر اگے۔ یعنی زندگی کی پہلی علامات جو خشکی پر ظہور پذیر ہوئیں وہ بھی پانی سے ہی وجود میں آئیں جبکہ اس وقت تک پانی (Seas) میں زندگی پودوں، کیڑوں، لاروؤں، مچھلیوں اور دیگر چھوٹے چھوٹے جانوروں کی شکل میں کئی ارتقائی منازل طے کر چکی تھیں۔ پھر اس سے اگلے

Devonian Period میں زمین کے خشک حصوں پر سبزہ نظر آنے لگا۔ اسی عرصے میں درخت معرض وجود میں آئے اور اسی آخری حصے میں خشکی پر بھی بغیر پروں کے کیڑے مکوڑے Wingless Insects مکڑیاں (Spiders) اور دیگر چھوٹے چھوٹے جانور ظہور پذیر ہوئے۔

اس تاریخ سے اس امر کی مکمل تصدیق ہو جاتی ہے کہ زمینی زندگی کا آغاز پانی سے ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء سے اب تک زمین (Earth) کا غالب حصہ پانی پر ہی مشتمل ہے۔ اجدید تحقیق کے مطابق زمین کا کل ۲۹ فیصد حصہ خشکی پر مشتمل ہے اور باقی دو تہائی سے بھی زیادہ حصہ پانی ہے (قرآن سورہ الانبیاء میں اس وقت اس حقیقت کا اعلان کر کے: ب کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لئے سوال کر رہا ہے۔

أَفَلَا يَوَسِّنُونَ  
کیا لوگ قرآن کی صداقت و حقانیت کی  
ایسی حیرت انگیز علامتیں دیکھ کر بھی  
ایمان نہیں لائیں گے۔

یہ وہ چیلنج ہے جس کا عالم کفر تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے مگر یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مسلمان علماء و مفسرین خود سائنسی علوم اور تحقیقات سے آگہی حاصل نہ کریں۔ دور جدید کے ان سائنسی حقائق اور انکشافات کو پڑھے سمجھے بغیر قرآن مجید کی عظمت و حقانیت کے ایسے ہی ہزاروں گوشے ہیں جو ہماری نظروں سے اوجھل پڑے ہیں۔

### چھ ادوار تخلیق کے دو تدریجی مرحلے

قرآن مجید کے عمیق مطالعہ سے یہ حقیقت منہ شہود پر آتی ہے کہ عمل تخلیق کے چھ ادوار بنیادی طور پر دو مرحلوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

۱۔ مرحلہ ما قبل ظہور حیات

Period Before The Appearance of life

۲۔ مرحلہ ما بعد ظہور حیات



### Period After The Appearance of life

پہلا مرحلہ وہ ہے جس میں طبیعی کائنات (Physical World) کی فقط تخلیق عمل میں آئی۔ مگر اس میں زمین پر زندگی کا آغاز اور ظہور نہ ہوا۔ یہ کائنات ارضی میں ظہور زندگی سے پہلے کا مرحلہ ہے۔

دوسرا مرحلہ وہ ہے جس میں زمین پر زندگی کا آغاز ہوا۔ یہ کائنات ارضی میں ظہور زندگی کے بعد کا مرحلہ ہے۔

تخلیق کے کل چھ ادوار کی قرآنی تقسیم یہ ہے کہ دو ادوار (Two Eras) پر مشتمل پہلا مرحلہ ہے اور چار ادوار (Four Eras) پر مشتمل دوسرا مرحلہ جدید تحقیق کے مطابق سائنسدانوں کا خیال ہے کہ زمین کو معرض وجود میں آئے ہوئے مجموعی طور پر ۴.۶ بلین سال (4.6 Bilion Years) ہو چکے ہیں (یہ تقریباً چار ارب ساٹھ کروڑ سال کا عرصہ بنتا ہے) حقیقت جان خالق کائنات کو ہی معلوم ہے۔ انسانی علم و تحقیق کی حیثیت اندازے سے بڑھ کر نہیں ہے۔ قرآن مجید اس مسئلے پر اس طرح روشنی ڈالتا ہے۔

پھر اس نے دور ادوار میں سات آسمان  
(بالائی طبقات کائنات) بنا دیئے اور (پھر)  
ہر آسمان (بالائی طبقے) کے اکام اس میں  
بیچے۔

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ  
وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا  
اتم السجده ۴۱: ۱۲

(یعنی جس سماوی طبقے کے لئے جو قوانین اور ضوابط اس نے مناسب سمجھے مرتب کئے اور جس کو چاہا اسے وہاں بسایا۔ اب وہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں کیا کیا مخلوق آباد ہے) اس آیت کریمہ سے درج ذیل نتائج ماخوذ ہوتے ہیں۔

۱۔ سب سماوی طبقات کائنات کی تخلیق دو ادوار (یومین) میں ہوئی۔  
ب۔ ہر سماوی طبقہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت و حکمت سے جدا جدا قوانین اور ضوابط مرتب فرمائے اور انہی سے ہر آسمان اور بالائی طبقے کا نظام تشکیل پذیر ہوا۔

ن۔ ہر سماوی طبقے میں بعد ازاں اس نے اپنی حکمت و مشیت سے جیسی مخلوق کو چاہا بسا دیا جس کی حقیقت اور تفصیل اسی کو معلوم ہے انسان آج اپنی خدائی تحقیقات کے ذریعے انہی حقائق کو دریافت کرنے میں مصروف نظر آتا ہے۔

۲۔ ہبل۔ سماوی طبقات کی طرح زمین کی تخلیق بھی انہی دو ادوار (ہومین) کے اندر ہوئی۔ یہ ظہور زندگی سے پہلے کا وہی مرحلہ ہے جس کا ذکر اوپر تخلیق سماوی کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

قُلْ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي خَلَقَ  
الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهَا  
اَنْدَادًا اذِ الْكَرْبُ الْعَالَمِيْنَ  
(تم السجدہ، ۳۱: ۱۹)

آپ (ان سے) پوچھئے کیا تم لوگ اس  
ذات کے منکر ہو جس نے دو دنوں  
(ادوار) میں زمین کو پیدا فرمایا۔ اور تم  
اس کے ساتھ (دوسروں کو) ہمسر  
ٹھہراتے ہو؟ وہی تمام کائنات کا  
پروردگار ہے۔

اس آیت کریمہ سے پہلے کی مانند درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

ا۔ زمین کی تخلیق بھی سماوی طبقات کے ساتھ انہی دو ادوار (ہومین) میں ہوئی۔

ب۔ یہ نظام تخلیق بھی تہا رب کائنات کے نظام خلاقیت و ربوبیت کا آئینہ دار ہے جس میں اور کوئی طاقت شریک نہیں۔

جیسا کہ پہلے واضح کیا گیا ہے کہ یہ دو ادوار (Two Eras) زمین کی تخلیق کے اس مرحلے سے متعلق ہیں جو اس پر زندگی کے ظہور سے پہلے (Before Appearance of life) کا ہے۔

جدید سائنس نے قرآن مجید کی بیان کردہ اس حقیقت کی تائید کرتے ہوئے Table Geologic Time کی رو سے اس مرحلے کو Asoic era کہتے ہیں۔ اس عرصے کو سائنس دان تین ہزار ملین سال (3000 Million years) پر مشتمل



قرار دیتے ہیں۔ یہ مدت تقریباً تین ارب سال بنتی ہے بہر حال اس عرصے کی بابت حتماً کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ یہ امر طے شدہ ہے کہ اس کی تخلیق اس ارشاد ربانی سے عمل میں آئی۔

إِذَا أَرَادْنَا أَنْ نَقُولَ لَكَ كُنْ فَيَكُونُ  
 جب وہ کسی شے کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ہو جانے کا حکم دیتا ہے پس وہ ہو جاتی / ہونے لگتی ہے۔  
 (انبیاء: ۳۶، ۸۴)

چنانچہ امر الہی سے معرض وجود میں آجانے کے بعد ابتداء زمین ایک طویل عرصہ تک اسی قابل نہ تھی کہ اس میں زندگی کا آغاز ہو سکے۔ جب اذن الہی سے اسے اس قابل بنا دیا گیا تو اس کے نئے عرصہ حیات کا آغاز ہوا۔ یہ مرحلہ ظہور حیات ہے۔

### مرحلہ مابعد ظہور حیات

Period after the appearance of life

حیات ارضی کا دوسرا مرحلہ چار ادوار میں منقسم ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ نُوقِهَا  
 اور اس نے زمین میں اوپر سے بھاری  
 وَبُرُكٍ فِيهَا وَقَدَّرْنَا فِيهَا أَقْوَاتَهَا فَمِنْ  
 پہاڑ نصب کئے اور اس کے اندر بڑی  
 أَرْبَعَةِ آيَاتٍ (حم السجده: ۳۱، ۱۰)  
 برکت رکھی (بقا اور نشوونما کی بڑی  
 قوتیں رکھ دیں) اور اس میں بسنے والی  
 مخلوق کے لئے سامان معیشت و نشوونما  
 مقرر کیا (یہ سب کچھ اس نے چار ادوار  
 میں کیا)

یہ بات اہل اسلام کے لئے یقیناً قوت ایمانی کا باعث ہے کہ زمینی زندگی کے ان چار ادوار کے قرآنی بیان کی آج دور جدید کی سائنس نے مکمل تائید و تصدیق کر دی ہے۔ جدید سائنس نے بھی زمین پر ظہور حیات کے بعد تخلیق و ارتقاء کے چار ادوار (Four Eras) بیان کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1. Proterozoic Era (Precambrian)
2. Palaeozoic Era (Ancient Life)
3. Mesozoic Era (Middle Life)
4. Cainozoic Era (Modern Life)

### ۱۔ Proterozoic Era یوم الثالث

یہ دور Precambrian کہلاتا ہے۔ اس میں زمینی زندگی چار ابتدائی آثار کی شکل میں نمودار ہوئی۔

- 1- First Life Cells
- 2- Monera
- 3- protista
- 4- Metazoa

### ۲۔ Palaeozoic Era یوم الرابع

یہ دور قدیم کی زندگی (Ancient life) کہلاتی ہے یہ دور مزید درج ذیل حصوں (Periods) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- i- Cambrian
- ii- Ordovician
- iii- Silurian
- v- Carboni Ferous
- iv- Devonian
- vi- Permian

### ۳۔ Mesozoic Era یوم الخامس

یہ زندگی کا وسطانی دور ہے۔ جسے Middle Life کہتے ہیں اس کے درج ذیل تین حصے (Periods) ہیں۔

- i- Triassic
- ii- Jurassic
- iii- Cretaceous

### ۴۔ Cainozoic Era یوم السادس

یہ زندگی کا جدید دور ہے۔ جسے (Modern Life) کہتے ہیں۔  
سائنسدانوں کے نزدیک اس دور کے آغاز کو تقریباً ساڑھے سات کروڑ سال



(7,50,00,000) گزر چکے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) اس کی تقسیم مزید درج ذیل  
حصوں (Periods) میں کی گئی ہے۔

- i- Paleocene    ii- Eocene    iii- Oligocene  
iv- Miocene    v- Pliocene    vi- Pleistocene  
vii- Holocene

### یوم السادس کے انسان کی شان امتیاز

اس آخری حصے (Period) کو جس میں ہم رہ رہے ہیں سائنسی اصطلاح کے  
مطابق "Age of Mammals and Birds" (جانوروں اور پرندوں کا  
زمانہ کہتے ہیں۔

ڈارون کے نظریہ ارتقاء (Darwin's Theory of evolution) سے ہم ہرگز متفق نہیں ہیں،  
جس سے ہم ہرگز متفق نہیں ہیں، کے مطابق چونکہ انسان کا تعلق بھی بعض دیگر  
جانوروں (Animals) کی طرح Mammals ہی کے گروپ سے ہے اور یہ نظریہ  
انسان کو ایک الگ مخلوق (Separate Creation) تصور کرنے کے بجائے  
بعض دوسرے جانوروں (Apes) ہی کی ارتقائی شکل گردانتا ہے جس کی تفصیل کے  
مطابق انسان کا تعلق درج ذیل انواع، اجناس اور اقسام سے ہے۔

1. Phylum ----- Chordata
2. Sub Phylum ----- Vertebrata
3. Class ----- Mammalia
4. Order ---- Primate
5. Superfamily ----- Hominoid
6. Family ---- Hominid
7. Genus ----- Homo

## 8. Species ----- Homo Sapiens

اس لئے اس دور کو فقط "Age of Mammals and Birds" قرار دیا گیا ہے اور انسان کا الگ سے ذکر نہیں کیا گیا۔ مگر یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن مجید نے انسان کو خلق آخر (A Distin Guished Creation) قرار دیا ہے اور پھر اسے شان "احسن تقویم" (The Best Make) کے ساتھ نوازا ہے۔ اس لئے ہم اس دور کو فقط جانوروں اور پرندوں کا دور کہنے کے بجائے ترتیب تخلیق کے اعتبار سے of Animals, Birds and Humans Age جانوروں اور پرندوں اور انسانوں کا دور کہیں گے جس سے یہ واضح ہو کہ کرہ ارض پر ظہور حیات کے بعد مختلف ادوار میں جس قدر مخلوقات معرض وجود میں آتی ہیں۔ انسان (Man) ان سب میں سے آخری، اعلیٰ اور اکمل (Last Superior and perfect) ہے چونکہ ان تینوں مخلوقات۔ جانوروں (Animals) پرندوں (Birds) اور انسانوں (Humans) کی تخلیق کا زمانہ ایک ہی ہے جو Modern Life کا دور آخر ہے اس لئے قرآن مجید نے سائنس کے مفروضے سے مختلف مگر زیادہ جامع اور اہل بات کی ہے اور اسے

Age of animals Birds and Humans قرار دیا ہے

اور تینوں کا ذکر بیک وقت ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَنَاسٍ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ  
يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُنثَاكُمْ  
(الانعام ۶: ۳۸)

اور زمین پر چلنے والے جانور  
(Animals) اور دو بازوؤں سے  
اڑنے والے پرندے (Birds) ہر ایک  
تمہارے ہی جیسی یعنی انسانوں  
(Humans) کی طرح الگ مخلوق

(Group) ہے۔

ہم (Mammals) وغیرہ کی اصطلاحات اور ان کی جزوی تفصیلات میں



پڑے بغیر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ زمینی زندگی کے چوتھے دور (Fourth era) تک سائنس نے جو تحقیق اصولی طور پر آج پیش کرنا ہے 'قرآن مجید اسے صدیوں پہلے بالکل صراحت (Clarity) کے ساتھ بیان کر چکا ہے۔

### ایک سائنسی مغالطہ اور اس کا ازالہ

لیمارک (Lamarck) مالتھس (Malthus) مینڈل (Mendel) ڈارون (Darwin) اوپرائن (Oparine) مونوڈ (Monod) اور ولسن (Wilson) الغرض جس قدر سائنسدانوں نے بھی تاحال نظریہ ارتقاء کو لیماکزیم (Lamarckism) ڈارونزم (Darwinism) یا نیوڈارونزم (New Darwinism) وغیرہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔ سب کی بنیاد محض مماثلتوں (Similarities) کے وجود پر ہے جو ان کے نزدیک بعض جانوروں اور انسانوں میں پائی گئی ہیں۔ ان کی نوعیت بالعموم درج ذیل ہے۔

1. Biological Similarities
2. Anatomical Similarities
3. Biochemical similarities
4. Genetic similarities

وہ اپنی مماثلتوں کی بنا پر انسان کو بعض جانوروں کی ارتقائی صورت قرار دیتے ہیں۔ ہم یہاں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بعض مماثلتوں کی حد تک ان کا مشاہدہ (Observation) تو درست ہے۔ مگر ان سے اخذ کیا جانے والا نتیجہ (Conclusion) غلط ہے۔ قرآن مجید نے خود مماثلتوں کو صراحتاً بیان کیا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کے یہ الفاظ توجہ کے لئے دوبارہ لکھے جا رہے ہیں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ  
تَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُنمِّئَتْكُمْ  
اور زمین پر چلنے والے جانور اور دو  
بازوؤں سے اڑنے والے پرندے ہر  
ایک تمہارے ہی جیسی (تم سے کئی  
اعتبارات میں مماثل) الگ مخلوق ہے۔  
(الانعام: ۶، ۳۸)



یہاں امثالکم (تم سے مماثل) (Similar) کے الفاظ نہایت غور طلب ہیں۔ مماثلت (Similarity) کئی اعتبارات سے ہے، قرآن مجید نے اس کی نوعیت کو خاص نہیں کیا۔ گویا مختلف قسم کی مماثلتیں جو Mammalia میں اور انسانوں یا بعض دیگر جانوروں میں تلاش کی گئی ہیں۔ ان سے قرآنی حقیقت و صداقت آشکار ہو جاتی ہے، مگر ان کی بناء پر جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے نہ درست ہے اور نہ سائنسدان اسے آج تک حتماً ثابت کر سکے ہیں، بلکہ انہیں خود اپنے نظریے میں تسلسل قائم کرنے کے لئے درمیان کی بہت کڑیوں کے نہ ملنے کا کھلا اعتراف ہے، جسے وہ "Missing Links" کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے دیگر اختلافی وجوہ کی بناء پر اس نظریے کی اس قدر مختلف اور متناقض تعبیرات و تشریحات کی گئی ہیں اور دور جدید کی سائنس اب کسی متفقہ تعبیر یا نظریے کی تلاش میں سرگرداں ہے، جسے وہ "A Unified Theory" کا نام دے سکے۔

ہم یہ حقیقت واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ سائنسی تحقیق کا جو پہلو قرآنی بیان کے مطابق ہو گا سائنس اس منزل پر پہنچنے میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گی اور جو تحقیق سرے سے قرآنی بیان کی سمت کے ہی مخالف ہو گی، اس میں ہمیشہ اسی طرح انتشار و افتراق اور ابہام و التباس قائم رہے گا اور کوئی حتمی اور متفقہ نتیجہ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

### ربوبیت خود ایک نظام بھی ہے اور آئینہ دار وحدت بھی

ہم دیکھتے ہیں کہ "الحمد لله رب العالمین" میں حمد و تعریف کی حقیقت کو ذات باری سے مختص کر کے اس کی شان الوہیت کو نمایاں کیا گیا ہے اور رب العالمین کے ذریعے نظام ربوبیت کے بیان کو باری تعالیٰ کی الوہیت پر دلیل بنایا گیا ہے۔ ربوبیت کا الوہیت کی دلیل ہونا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اگر نظام ربوبیت کے اندر ہر جگہ نظام وحدت کا رفرما ہو۔ کائنات میں ربوبیت الہیہ کے نظام کو جس حوالے سے بھی دیکھا جائے، ہر جہت اور ہر پہلو سے صرف وحدت اور وحدانیت کی شان اُجاگر ہو۔ پس اس کے لئے دو شرائط کا پایا جانا لازم ہے۔

۱۔ ربوبیت کی کارفرمائی ایک باقاعدہ نظام کے طور پر ہو۔

۲۔ ہر جہت سے نظام ربوبیت فقط اصول وحدت پر دلالت کرے۔ اس کے نظام میں کہیں



بھی تضاد اور تناقص نہ ہو۔

قرآن مجید دونوں اوصاف کی تصریح کرتا ہے۔

### ۱۔ ربوبیت ایک باقاعدہ نظام ہے

پہلے اصول کی صراحت قرآن مجید میں اس طرح ملتی ہے کہ بار بار یہ واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی اور اس کے نفسی و آفاقی لوازمات میں سے جو کچھ بھی دیا ہے مقرر نظام اور مقداروں کے مطابق دیا ہے تاکہ یہ ساری نعمتیں اور بخششیں ایک نظام بن کر کائنات میں ظہور پذیر ہوں۔ بے نظمی اور بے ترتیبی کا تصور نہ ابھرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان من شیء الا عندنا خزائنه وما  
ننزلہ الا بقدر معلوم (۱)

(الحجر، ۱۵: ۲۱)

اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ہمارے پاس (بے حساب) خزانے نہ ہوں۔ مگر ہم (اسے) بے ترتیبی اور بے نظمی سے نہیں اتارتے بلکہ جو کچھ بھی (دنیا میں) اتارتے ہیں، مقررہ مقدار کے مطابق (نظم سے) اتارتے ہیں۔

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

وکل شیء عندہ بمقدار۔

(الرعد، ۱۳: ۸)

اور اس کی بارگاہ (علم و عطا) میں ہر چیز کا ایک اندازہ (اور نظم) مقرر ہے۔

مزید فرمایا گیا:

ان کل شیء خلقناه بقدر (۲)

(القدر، ۵۳: ۴۹)

ہم نے (کائنات میں) جس قدر اشیاء پیدا کی ہیں، سب ایک مقرر نظم اور اندازے کے ساتھ پیدا کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی ضروریات کی تکمیل ممکن ہی تب ہوتی ہے اگر اسے مطلوبہ نعمتیں ایک نظم کے تحت ملیں۔ پانی انسانی زندگی کی اہم حاجات میں سے ہے بلکہ اس پر تمام زندگی کا انحصار ہے اگر یہی نعمت بغیر نظم و قدر کے بارش کی صورت میں بے

حساب دے دی جائے تو یہ بجائے آبادی کے بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے لہذا ربوبیت یہ نہیں کہ انسان کو زمین پر فقط پانی مہیا کیا جائے بلکہ ربوبیت یہ ہے کہ اُسے اس کی ضرورتوں کے مطابق فراہم کیا جائے۔ دُھوپ اور روشنی انسان کی ناگزیر ضروریات میں سے ہے، سو ربوبیت یہ نہیں کہ دونوں نعمتیں بغیر کسی نظم اور اندازے کے مہیا کر دی جائیں کیونکہ ان کی کثرت بھی مہلک ہو سکتی ہے اور قلت بھی، ربوبیت یہ ہے کہ انسان کو یہ ساری نعمتیں بقدر ضرورت عطا کی جائیں، یہ تصور قرآن مجید یوں واضح کرتا ہے:

وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ  
فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا.  
(الزخرف، ۱۱:۴۳)

وہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی  
مقرر اندازہ و نظم کے ساتھ اتارا۔ پس ہم  
نے اس (نظم سے بارش برسانے) کے  
نتیجے میں مردہ زمین (شہر) کو زندگی عطا کر  
دی۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَلَكِنْ يَنْزِلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ  
خَبِيرٌ بَصِيرٌ ○  
(الشوری، ۲۷:۴۲)

لیکن وہ جو کچھ چاہتا ہے (اور مناسب  
سمجھتا ہے) مقرر نظم اور اندازے کے  
مطابق دنیا میں اتارتا ہے۔ بیشک وہ  
اپنے بندوں (کی حاجتوں اور  
ضرورتوں) سے پورے طور پر باخبر ہے  
(اور ان کے نفع و نقصان کے سارے  
معاملات کو) دیکھنے والا ہے۔

سورج کے نظامِ گردش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا  
ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ○  
(یٰسین، ۳۶:۳۸)

اور سورج اپنے مدار میں گردش کر رہا  
ہے، یہ غالب علم والے رب کا مقرر کردہ  
نظام ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:



وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ  
مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ.  
(الاعراف، ۷: ۵۴)

اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے  
حکم (سے قائم شدہ نظام) کے تابع  
ہیں۔

اتنی طرح مزید ارشاد فرمایا گیا:  
خَالِقِ الْأَضْيَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا  
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ذَالِكِ  
تَقْدِيرِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ O  
(الانعام، ۶: ۹۷)

تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والا رب  
اور جس نے رات کو سکون کا باعث بنایا  
ہے اور اسی سے سورج اور چاند کی گردش  
کو باقاعدہ حساب کے لئے ایک نظم دیا  
ہے۔ یہ سب کچھ غالب علم والے رب کا  
مقرر کردہ نظام ہے۔

## ۲۔ نظام ربوبیت، اصول وحدت پر دلالت کرتا ہے

جس طرح ربوبیت، خود ایک نظام کی متقاضی تھی، سو اسی کے مطابق اسے کار  
فرمایا گیا، اسی طرح نظام ربوبیت، ہر جگہ اور ہر سمت اصول وحدت کا متقاضی تھا، سو اس  
کو بھی اسی کے مطابق کار فرمایا گیا، کیونکہ اس کے بغیر ربوبیت الہیہ توحید کی دلیل نہیں  
بن سکتی۔ قرآن مجید اس تصور کو یوں بیان کرتا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَكَ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ  
وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا O  
(الفرقان، ۲۲۵)

اور کائنات کی بادشاہی (اور سلطنت  
وملکیت) میں اس کا کوئی شریک نہیں اور  
(یہی وجہ ہے کہ) اس نے ہر شے کو پیدا  
فرما کر اسے ایک مقررہ نظم اور اندازے  
سے قائم کر دیا ہے۔ (جس میں کوئی خلل  
یا تضاد دکھائی نہیں دیتا)

اس اصول کو ہم مخلوق کے مختلف طبقات میں یکساں طور پر کار فرما دیکھ سکتے  
ہیں۔ شجر و حجر ہو یا انسان و حیوان، ہر ایک کی زندگی میں پرورش اور نشوونما کے احوال ایک  
ہی بنیادی ضابطے کے ماتحت نظر آتے ہیں۔ ماں کی گود میں پرورش پانے والا انسان کا بچہ

ہو یا زمین پر ریگنے والی چیونٹی، ہوا میں اڑنے والا پرندہ ہو یا زمین پر چلنے والا کوئی جانور، پتھر کی چٹان ہو یا کسی باغ میں اگنے والا پھول کا پودا، ان کا پیشک آپس میں بظاہر کوئی ربط اور مشابہت نہ ہو، مگر ان کی پرورش اور نشوونما کے ضابطے ایک ہی اصول کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہر شے کا ایک عہد طفولیت ہے، ایک دور شباب ہے، ہر ایک کا زمانہ ضعف و انحطاط ہے اور بالآخر سب کے لئے کوئی نہ کوئی خاتمہ، ہر دور میں تمام اشیاء کے احوال بدلتے رہتے ہیں، تقاضے متغیر ہوتے ہیں۔ سامان نشوونما میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہے مگر ان سب کی سمت اور ضابطے بنیادی طور پر ایک ہی ہیں، کسی کے خاتمے کو مر جانا کہتے ہیں۔ کسی کو مرجھا جانا، کسی کو پامال ہونا، کسی کو ٹوٹ جانا، بات ایک ہی ہے مگر الفاظ مختلف ہیں۔ اب

اس باب میں قرآن مجید کا بیان ملاحظہ ہو:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ  
جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ  
بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ  
وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ○

(الروم، ۳۰: ۵۴)

یہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تمہیں  
ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا، پھر اس  
ناتوانی کے بعد (تمہیں) قوت سے  
نوازا، پھر اس قوت (کے زمانے) کے  
بعد تمہیں دوبارہ ناتوانی کی حالت دی  
اور بڑھاپے تک پہنچایا اور وہ جو  
(حالت) چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے اور علم  
اور قدرت والا (رب) ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان  
سے بارش برسائی، پھر زمین میں پانی کے  
چشمے رواں ہو گئے پھر اس سے اس کے  
ذریعے رنگ برنگ کھیتیاں اگائیں (اور وہ  
لبلانے لگیں) پھر انہوں نے مزید نشوونما  
پائی اور وہ پک کر تیار ہو گئیں پھر (ترقی کے  
بعد ان پر ضعف اور انحطاط آیا اور) تم

الْم تَرَى أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً  
فَسَلَكَهُ يَنْبِيعٌ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ  
بِهِ زُرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهَيِّجُ فَتْرَاهُ  
مُضْفَرًا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي  
ذَٰلِكَ لَذِكْرٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ○

(الزمر، ۳۹: ۲۱)



دیکھتے ہو کہ ان پر زردی چھا گئی پھر انہیں  
خٹک کر کے ریزہ ریزہ کر دیا۔ بیشک  
اس (پورے نظام) میں دانشمندوں کے لئے  
بڑی عبرت ہے۔

جمادات، نباتات، حیوانات اور عالم انس ہر جگہ زندگی کے آغاز و انجام اور عروج  
و زوال کے ایساں قوانین کا نافذ العمل ہونا، اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ان تمام  
موجودات کو تخلیق کرنے اور پانے والی ذات ایک ہی ہے اور اس کی ربوبیت و پروردگاری  
میں ہر جگہ ایک ہی اصول کار فرما ہے۔ یہی نظام وحدت اس کی وحدانیت پر دلیل قاطع  
ہے۔

### نظام ربوبیت اور قرآن کی دعوتِ فکر

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ بھی قرآن مجید کئی مقامات پر انسانی فطرت کے اندر  
و دعوت کردہ تجسس تعقل، تفکر اور تدبر کے داعیات کو مخاطب ہوا ہے۔ اس نے کائنات  
پست و بالا میں کار فرما نظام ربوبیت کے مختلف مظاہر کی نسبت سوچنے اور سمجھنے کی کھلی  
دعوت دی ہے۔ جا بجا نظام ربوبیت کے مختلف پہلوؤں سے باری تعالیٰ کی ہستی، اس کی  
شانِ خلاقیت، اس کی صفات و افعال، اس کی قدرت و تصرف اور اس کی توحید پر استدلال  
قائم کیا گیا ہے۔ علوم قرآنی کا یہ پہلو دلائل توحید کے باب میں جس قدر اہم ہے، آج  
اسی قدر متروک اور نظر انداز ہو چکا ہے۔

### قرآنی استدلال کا نقطہ اولیٰ

یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور اور فہم و بصیرت سے اسی لئے نوازا  
ہے کہ وہ اس کی مدد سے حقیقت کی راہ معلوم کرے۔ مظاہر قدرت کو تعقل اور تفکر کی آنکھ  
سے دیکھے۔ ان کے اندر مخفی اسرار و رموز اور حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرے اور یہ جانے کہ  
یہ سب کچھ کس کا پتہ دے رہے ہیں۔ اس بات میں چند قرآنی دعوت کے نمونے ملاحظہ  
ہوں۔

وَكَايِنَ مِنْ آيَةِ فِي السَّمَوَاتِ      آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں

وَالْأَرْضُ يَمْرُؤُنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ (۱۰۵:۱۲)

ہیں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان پر دھیان نہیں کرتے۔

(یوسف، ۱۲: ۱۰۵)

یہاں ان لوگوں کو مجبوراً جا رہا ہے جو زمین و آسمان کی وسعتوں پر محیط کائنات میں رہتے ہیں۔ ہر وقت اس کے عجائبات دیکھتے ہیں مگر ان سے باری تعالیٰ کے نظام ربوبیت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، حالانکہ نگاہ بصیرت سے دیکھیں تو قدم قدم پر دعوتِ فکر ہے۔ اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (۳۶:۱۷)

اور جس بات کی تم کو (صحیح) خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو۔ بلاشبہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے پوچھ گچھ ہوگی۔

(بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۶)

کان، آنکھ اور دل و دماغ ہر کسی سے باز پرس کا معنی یہ ہے کہ ان سے پوچھا جائے گا کہ کانوں کو سماعت اس لئے دی تھی کہ وہ حق کی آواز سنیں، آنکھوں کو بصارت اس لئے دی تھی کہ وہ حق کا نظارہ کریں اور دل و دماغ کو فہم و تدبر اس لئے دیا تھا کہ وہ حقائق و واقعات میں غور و فکر کریں تاکہ انہیں سماعت، بصارت اور بصیرت کی تینوں راہوں سے ربوبیتِ الہیہ کی معرفت نصیب ہو۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ (الذاریات، ۵۱: ۲۰)

اور یوں تو یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں (بے شمار) نشانیاں ہیں۔

زمین کے اندر بھی اہل یقین کے لئے جگہ جگہ دعوتِ فکر ہے۔ یہی حال نفوسِ انسانی کا ہے۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات، ۵۱: ۲۱)

اور (اے لوگو) خود تمہارے نفسوں میں بھی (اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں) پھر کیا تم غور نہیں کرتے۔

یہاں اپنی زندگی کے آغاز و ارتقاء، نفسِ انسانی کے احوال و کیفیات اور وجود انسانی کے طبعی، حیاتیاتی، نفسی، نفسیاتی، ذوقی، وجدانی اور شعوری و لاشعوری پہلوؤں میں



ہزار ہا شہادتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہستی، خلاقیت اور نظامِ ربوبیت پر دلالت کرتی ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں:

وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون (اعنابوت، ۲۹-۳۳)

اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں

اور ان کو وہی سمجھتے ہیں جو علم رکھتے ہیں (اپنے ہادی کو پہنچاتے اور ایمان لاتے ہیں)

خلق الله السموات والارض بالحق ان في ذلك لاية للمؤمنين (اعنابوت، ۲۹-۳۳)

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک نظام کے مطابق بنایا (بے شک) اس میں ایمان لانے والوں کے لئے بڑی نشانی

ہیں۔

ان آیات میں بھی قرآن فقط دعوتِ فکر دے رہا ہے تاکہ تخلیقِ ارض و سما، اور دیگر امثال و افعال سے انسان رب کائنات کو پہچان سکے۔

### نظام کائنات ربوبیتِ الہیہ پر دلیل ناطق ہے

مذکورہ بالا آیات میں تو فقط نظام کائنات میں غور و فکر کرنے کی دعوت تھی۔ مگر قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر نظام کائنات کے کئی متنوع پہلو اور ان کے عملی گوشے بیان کئے ہیں اور واضح کیا ہے کہ ارضی و سماوی طبقات کے اندر جو نظام ہائے عمل ایک خاص نظم کے ساتھ چل رہے ہیں ان کے ضوابط، اوقات، اثرات اور متعلقات جس حسن و خوبی کے ساتھ مقرر ہیں کیا یہ سب کچھ کسی باقاعدہ نظامِ ربوبیت کے بغیر ممکن ہے۔

خلق السموات والارض بالحق  
نكود الليل على النهار وينكوز النهار  
على الليل وسخر الشمس والقمر  
كل يجرى لاجل مسمى الالهو  
العزیز الغفار (الزمر، ۳۹-۵)

اس نے (اپنی قدرت کاملہ) سے آسمان اور زمین کو صحت تدبیر اور) درستی کے ساتھ بنایا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ (سب اس کے حکم کے تابع اپنے اپنے کاموں

پر لگے ہیں) سب ایک وقت معین تک  
(اسی طرح) چلتے رہیں گے۔ (پھر ان  
کی پرستش کرنا کہاں کی عقلمندی ہے) یاد  
رکھو (الائق پرستش) وہی صاحب عزت،  
بخشنے والا (اس کی پرستش کرو وہ  
زبردست بھی ہے اور بڑا بخشنے والا بھی)

یہی مضمون اور زیادہ مؤثر انداز میں بیان کرتے ہوئے اہل علم و فہم کو یوں متوجہ

کیا جا رہا ہے۔

وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا  
(جگمگاتا) اور چاند کو منور (روشن) بنایا اور  
اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ اسی سے تم  
سالوں کی گنتی اور (مہینوں اور دنوں کا)  
حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ نے یہ سب  
تدبیر (مصلحت) ہی سے پیدا کیا ہے وہ  
اپنی نشانیاں، سمجھنے والوں کے لئے کھول  
کھول کر بیان کرتا ہے۔

بے شک رات و دن کے بدلنے میں اور  
جو چھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں  
پیدا کیا ہے (سب میں) اللہ سے ڈرنے  
والوں (حق کے پرستاروں) کے لئے  
بڑی نشانیاں ہیں۔

دوسرے مقام عالم انفس و آفاق میں دعوت فکر دیتے ہوئے قرآن مجید ان

حقیقتوں کو تخلیق بالحق کا آئینہ دار ٹھہرا رہا ہے۔

کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا  
کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً  
وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا  
عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ  
ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ  
يَعْلَمُونَ (۱)

(یونس، ۵:۱۰)

أَنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا  
خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ (۲)

(یونس، ۶:۱۰)

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا



بِالْحَقِّ وَاجِلٌ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ  
النَّاسِ بِلِقَائِي رَبِّهِمْ لَكَاْفِرُونَ  
(الروم، ۳۰: ۸)

اس کے درمیان میں سب کو (اپنی) مصیحت (اور حکمت) ہی سے ایک وقت معینہ کے لئے پیدا کیا ہے (یہ مقصد حیات معرفت الہی دیدار الہی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ کاش یہ لوگ آخرت کی اہمیت کو (سمجھتے) اور اکثر لوگ تو اپنے پروردگار سے (آخرت میں) ملنے ہی کے منکر ہیں (دیدار کی تمنا کیا کریں گے۔ اور کیا سمجھیں گے)

قرآن مجید ان سب نظام ہائے آفاق کو بیان کر کے دراصل اہل فکر و دانش سے یہ سوال کر رہا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجودات کی تخلیق کمال سحت و تدبیر سے ہو رہی ہو مگر کوئی خالق اور مدبر نہ ہو؟ رات اور دن ہمیشہ خاص نظم اور سلیقے سے چل رہے ہیں۔ سورج اور چاند خاص راستوں پر باقاعدگی سے چل رہے ہوں مگر انہیں سلیقہ اور نظم سے آشنا کرنے والا کوئی نہ ہو؟

سورج اور چاند اپنی اپنی اصلی اور انعکاسی روشنیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے مقرر منزلوں پر معین مدتوں کے لئے اس طرح گامزن رہیں کہ کبھی معمولی سا بھی فرق نہ آئے۔ مگر یہ سب کچھ کسی ارادے اور اذن کے بغیر اتفاقیہ عمل میں آ گیا ہو؟

پھر قرآن خود ہی جواب دیتا ہے نہیں نہیں۔ یہ تخلیق حق ہے۔ ایک ارادے اور مقصد کے ساتھ ہے، ایک خالق کے اذن اور قدرت سے ہے اور ایک باقاعدہ نظام کے تابع ہے، اسی کا نام ربوبیت الہیہ ہے۔

آپ (ذرا ان مشرکین سے) پوچھئے تم کو آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کان اور آنکھوں کا مالک کون ہے (کہ جب چاہے تمہاری قوت سمع و بصر سب کر لے اور چاہے تو کسی کو سمع حقیقی عطا فرمادے) اور کون چاند

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ  
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ  
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ  
فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ  
(یونس، ۱۰: ۳۱)

سے نکالتا ہے اور (پھر) امور (کائنات) کی تدبیر کون کرتا ہے۔ پس (یقیناً) وہ بول انھیں گے کہ اللہ تو آپ ان سے کہتے کہ (پھر اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں؟) پس یہی اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔ حق (بات کے ظاہر ہو جانے) کے بعد بجز گمراہی کے کیا رہ گیا۔ پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو (حق سے کیوں بھاگتے ہو حق سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے)

فَذَالِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَإِنِّي تُضَرَّفُونَ  
(یونس، ۱۰: ۳۲)

اس کے بعد اب انسان کو زمین و آسمان اور ان کے درمیان خلائی حقیقتوں کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے بحر و بر کے احوال و حوادث سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے زندگی کے خاص لمحات اور ان کی مخصوص کیفیات کی یاد دلائی جا رہی ہے۔

(لوگو!) بھلا (دیکھو تو) کس نے آسمان و زمین بنائے اور (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا (ہم نے) پھر ہم نے اس کے ذریعے پر رونق باغ اُگائے (ورنہ اس زمین اور بارش کے باوجود) تمہارا کام نہ تھا کہ تم اس سے درختوں کو اُگاتے (اب سوچ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ اسے رسول ان کے پاس اس کا کچھ جواب نہیں) حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ راہ (حق) سے اعراض کرتے ہیں (دوسروں کو خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں)

أَمْ مِنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتِ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ؕ اَلَا مَعَ اللّٰهِ بُلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ  
(النمل، ۲۷: ۶۰)



بھلا (بتاؤ تو) کس نے زمین کو (جائے) قرار (و قیام) بنایا اور (کس نے) اس کے درمیان میں نہریں بنائیں اور (کس نے) اس (زمین کو ٹھہرانے) کے لئے بھاری پہاڑ بنائے اور (کس نے) وہ دریاؤں کے درمیان (ایک لطیف) حجاب بنایا (اب بتاؤ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ (ان کے پاس اس کا بھی جواب نہیں۔ اے رسول) حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر (بات) سمجھتے ہی نہیں۔

ان سے پوچھئے بھلا مضطرب کی التجا کو جب وہ اسے پکارتا ہے کون سنتا ہے اور (کون اس کے) دکھ درد کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین پر نرشتہ امتوں کا جانشین بناتا ہے (پھر پوچھئے) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (تم کیا جواب دو گے) تم غور ہی بہت کم کرتے ہو۔

بھلا کون تم کو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راستہ بتاتا ہے اور کون اپنی رحمت بارش سے قبل ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے کہ آنے والی رحمت کی نشانیاں قلب پر منکشف ہونے لگتی ہیں (اب بتاؤ) کیا ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ان کے شرک

امَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ  
خَلَالِنَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رِوَاسِي  
وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ اللَّهُ  
مَعَ اللَّهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ  
(النمل، ۶۱:۴۷)

امَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ  
يَكْشِفُ السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلُقَاءَ  
الْأَرْضِ ۗ اللَّهُ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا  
تَذَكَّرُونَ  
(النمل، ۶۲:۴۷)

امَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ  
وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ  
رَحْمَتِهِ ۗ اللَّهُ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا  
يُشْرِكُونَ  
(النمل، ۶۳:۴۷)

سے بہت بلند و برتر ہے۔

بھلا کون ہے جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور پھر دوبارہ پیدا فرمائے گا اور کون تم کو آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے (یہ اللہ ہی کی ذات ہے) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) (پھر اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو اے رسول ان سے) فرما دیجئے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

یہ سب معروضی اور مشاہداتی دلائل و براہین انسان کو ایک ہی نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ اس کائنات داخلی و خارجی اور کائنات پست و بالا کا خالق و مالک اور مدبر و منظم ایک ہی ہے۔ جو قادر مطلق، علیم وخبیر، عزیز و حکیم اور رحیم و کریم ہے۔ یہی مضمون ایک اور مقام پر یوں بیان کیا ہے:

(اے لوگو) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بہ تہ بنائے ہیں۔

اور ان میں (تمہارے لئے) چاند کو چمکنے والا اور سورج کو (ایک روشن) چراغ بنایا (کہ ایک کا نور باعث تسکین اور دوسرے کی حرارت باعث حیات ہے) اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا (پھر زمین ہی سے تمہاری نشوونما کی تم مٹی سے بنے ہو تمہاری غذا بھی زمین سے مہیا کی)

امِنْ يَبْدُءُ وَالْخَلْقِ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ اللَّهَ قَلِيلٌ مَّا تُشْكِرُونَ  
صدقین

(النمل، ۲۷:۶۳)

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا

(نوح، ۷۱:۱۵)

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا

وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا



پھر تم کو اسی (زمین) میں لے جائے گا اور (اسی سے) تم کو دوبارہ نکالے گا۔ اور اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا (یہی تمہاری جولا نگاہ ہے) تاکہ (زندگی کے ہر شعبہ اور ہر منزل میں) تم اس کی کشادہ راہیں اختیار کرو (وہ راہیں جو حقائق کو اجاگر کرنے والی اور دنیا اور آخرت میں فلاح کی ضامن ہیں)

ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ  
اِحْرَاجًا

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا

لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا

(نوح، ۷۱: ۱۵-۲۰)

اب روئے سخن انسانی زندگی کے معاشی پہلو کی طرف کیا جا رہا ہے۔

پس انسان کو چاہئے کہ اپنی غذا کی طرف غور کرے (کہ وہ کیونکر پیدا ہوتی ہے) بے شک ہم ہی نے خوب پانی برسایا۔ پھر ہم نے زمین کو جا بجا پھاڑ دیا۔ پھر ہم نے اسی میں غلہ پیدا کیا۔

اور انگور اور ترکاریاں

اور زیتون اور کھجور

اور گنجان باغ

اور میوے اور گھاس (کو بھی پیدا فرمایا)

(جو) تمہارے اور تمہارے مویشیوں

کے کام آتے ہیں۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ

أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا

ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا

وَعِنَبًا وَقَضْبًا

وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا

وَخَدَّاقًا غُلْبًا

وَفَاكِهَةً وَأَبًّا

مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ

(عبس، ۸۰: ۲۳-۳۲)

اس طرح اب ارضیاتی حقائق، غذائی شہادات اور حیواناتی علامات کو موضوع سخن

بنایا جا رہا ہے۔

اور اللہ نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا بے شک اس میں سننے والوں کے لئے (بڑی) نشانی ہے۔

اور تمہارے لئے چوپاؤں میں بھی بڑا سبق ہے (وہ زندہ ہیں لیکن تمہارے فائدے کے لئے) ان کے پیٹ میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے ہم خالص دودھ (نکال کر) تم کو پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے (بچے ہوں یا بوڑھے، نہایت) خوشگوار ہے (غذا کا کام بھی دیتا ہے)

اور کھجور اور انگور کے میووں میں سے بھی (تم پینے کی چیزیں تیار کرتے ہو) تم ان سے نشہ کی چیزیں بناتے ہو اور کھانے کی عمدہ غذائیں (تیار کرتے ہو) لیکن سوچو کہ ان کا خالق کون ہے ان کی تخلیق کا منشا کیا ہے) بے شک اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں القا کیا (یوں تعلیم دی) کہ پہاڑوں پر، درختوں پر اور ان اونچی چوٹیوں پر (یا عمارتوں پر) جو لوگ بناتے ہیں گھر بنا۔

وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ  
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً  
لِّقَوْمٍ يُسْمَعُونَ ۝

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ  
مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لَبْنَا  
خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ۝

وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ  
تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا إِنَّ  
فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ  
اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ  
الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۝



پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے پروردگار کے (تعلیم کئے ہوئے) صاف راستوں پر (جو تیرے لئے آسان ہیں) چل چل۔ (دیکھو اس نے حکم مانا وحی پر عمل کیا، ارشاد بجالائی، تو اس سے کیا نکلا) اس کے بطن سے وہ پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں (لیکن فائدہ یکساں ہو آتش سیال نہیں جو عقل سب کرتی ہے بلکہ وہ غذا) جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بے شک اس میں (اللہ کی صفات میں) غور کرنے والوں کے لئے (بڑی) نشانی ہے۔

اب قرآن مجید باری تعالیٰ کی توحید مطلق، ربوبیت کاملہ اور قدرت واسعہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے انتہائی موثر نفسیاتی اسلوب اپنا رہا ہے اور انسانی زندگی کے مختلف گوشوں، ضرورتوں اور تقاضوں کو موضوع کلام بنا رہا ہے۔

افراء یتم ما تمنون ○  
بھلا دیکھو جس نطفہ کو تم پکاتے ہو (اس سے انسان کون بناتا ہے)

یا انتم تخلقونہ ام نحن الخالقون ○  
کیا اس کو تم (انسان) بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں۔

نحن قدزنا بینکم الموت وما نحن بمشوقین ○  
ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو مقرر کیا ہے (جب جس کا وقت آتا ہے اور اٹھتا جاتا ہے) اور ہم (اب بھی) عاجز نہیں۔

ثم کُلّی من کُلّ الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللاً ۗ یخرج من بطنہا شرابٌ مختلفٌ الوانہ فیہ شفّاء للنّاس ۗ انّ فی ذالک لآیة لّقوم یتفکرون ○

(النحل، ۱۶: ۶۵، ۶۹)

اس بات سے کہ (تم کو اس دنیا سے اٹھا لیں اور) تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسی حالت (صورت یا ایسے جہان) میں پیدا کریں جس کو تم نہیں جانتے۔

اور تم کو تو پہلی پیدائش کا علم ہے ہی (اس میں تو شک کی گنجائش نہیں) پھر تم کیوں نہیں سوچتے (آخرت پر یقین کیوں نہیں لاتے اللہ کو کیوں یاد نہیں کرتے) بھلا دیکھو تو جو تم بولتے ہو۔

کیا تم اسے اگاتے ہو یا اس کے اگانے والے ہم ہیں۔

اگر ہم چاہیں تو اس (تمہاری کھیتی) کو چورا چورا کر ڈالیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔

ہم تو تاوان میں پڑ گئے (قرض دار بھی ہوئے اور کچھ نہ ملا)

بلکہ ہم تو محروم (اور بد نصیب) ہی رہے۔

بھلا (اس) پانی کو تو دیکھو جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اس کو بادلوں سے اتارا ہے یا (اس کے) اتارنے والے ہم ہیں۔

اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری بنا دیں پھر تم شکر کیوں ادا نہیں کرتے۔

عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَسْمَاطِكُمْ وَنُنشِئُكُمْ فِي  
مَآلَا تَعْلَمُونَ ۝

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا  
تَذَكَّرُونَ ۝

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝  
إِنَّكُمْ أَنْتُمْ تَزْرَعُونَهَا أَمْ نَحْنُ  
الزَّارِعُونَ ۝  
لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُمْ حُطَامًا فَظَلْتُمْ  
تَفَكَّهُونَ ۝

یہی کہو کہ

إِنَّا الْمَغْرُمُونَ ۝

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝  
إِنَّكُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ  
الْمُنزِلُونَ ۝  
لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا  
تَشْكُرُونَ ۝



اَفْرَاءُ تُنْمِ النَّارَ الَّتِي تُوْرُونَ ۝

بھلا آگ ہی کو دیکھو جس کو تم ساگاتے ہو۔

ءَ اَنْتُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَرَئَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۝

کیا اس کا درخت (جس سے تم آگ نکالتے ہو) تم نے پیدا کیا یا (اس کے) پیدا کرنے والے ہم ہیں۔

نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَتَسَاعًا لِلْمُقْوِينَ

ہم ہی نے تو اس (درخت کو اپنی قدرت و حکمت کی یاد دلانے والا اور مسافروں کے لئے نفع کی چیز بنایا۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

پس آپ اپنے پروردگار کے نام کی پاکی بیان فرمائیے جو بڑی عظمت والا ہے۔

(اوقاتہ ۵۶: ۵۸-۷۳)

اس تمام تراستدلال کا ماخصل یہ ہے کہ انسان اپنے ”رب عظیم“ کو پہچان لے اور اس کی عظمت و ربوبیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

افرض کائنات ارض و سماء میں غور و فکر اور تعقل و تدبر کی تعلیم اس لئے دی گئی ہے کہ اگر انسان ان کی حقیقتوں سے آگاہی حاصل کرے گا تو وہ انہیں باری تعالیٰ کے نظام ربوبیت کے ایسے ایسے مظاہر دیکھے گا جس سے اس کے ایمان کو درجہ ایقان نصیب ہو گا اور حَتَّىٰ تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهٗ الْحَقُّ کے وعدہ کے مطابق اس پر حق آشکار ہو جائے گا اور وہ پکار اٹھے گا۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

اے ہمارے رب تیری تخلیق کردہ کوئی شے بھی ایسی نہیں جو عبث اور باطل ہو

(آس عمران ۳: ۱۹۱)

اور تیری ہستی کی راہ نہ دکھاتی ہو۔

اس امر کا اندازہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

وَبَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا

اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط چٹانیاں چنیں (جو تمہاری حفاظت کا کام کرتی ہیں)

دوسرے مقام پر قرآن مجید نے ان الفاظ میں مزید تصریح فرمائی:

وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا  
(تم السجدہ ۴۱:۱۲)  
چراغوں (روشنیوں) سے آراستہ کیا اور  
(اس میں تمہاری حفاظت کا اہتمام کیا)۔

اس سماوی طبقے میں انسانوں کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے اور ان چنی گئی  
مضبوط چٹائیوں کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن ان میں غور و خوض کی تعلیم دیتا ہے۔

جدید دور کی سائنس نے سبعا شداد اور حفاظت کی ایک تعبیر جو ہمارے سامنے  
پیش کی ہے اس سے ربوبیت الہیہ اور اس کی منظمتوں کے کئی حیرت انگیز پہلو آشکار  
ہوتے ہیں۔ جدید سائنسی تحقیق کی رو سے زمینی فضا (Atmosphere) جو دو ہزار  
(۲۰۰۰) میل تک پھیلی ہوئی ہے چند طبقاتوں پر مشتمل ہے جنہیں  
Atmospheric Layers کہتے ہیں۔ اب تک معلوم ہونے والے طبقات کی  
ترتیب درج ذیل ہے۔

1- Tropo sphere 2- Strato sphere 3- Meso sphere

4- Thermo sphere 5- Exo sphere

یہ سب طبقات نظام شمسی کے اندر آتے ہیں۔ یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ  
سورج سے دو طرح کی شعاعیں (Sun rays) زمین کی طرف آتی ہیں۔

i- High Energy Radiations (X-rays and ultra  
violent Rays)

ii- Low Energy Radiations (Heat and Light Rays)

مذکورہ بالا ریز (Rays) میں سے پہلی قسم High Energy Radiations

انسانی زندگی کے لئے نقصان دہ اور مہلک ہے۔ اسی طرح نظام شمسی سے بھی اوپر کی فضا  
سے "Cosmic Rays" آتی ہیں یہ بھی انسانی زندگی کے لئے خطرناک ہیں۔

ایسی تمام نقصان دہ اور مہلک ریز جب مذکورہ بالا طبقات



(Atmospheric Layers) میں سے گزرتی ہیں تو وہ طبقات ان ریز (Rays) کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ گویا فلٹر (Filter) کا کام کرتے ہیں۔ اس طرح انسانی زندگی کے لئے فقط مفید اور بے ضرر (Rays) زمین تک پہنچتی ہیں۔ نقصان دہ ریز سے انسانوں کو ان Layers کے ذریعے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ طبقات شداد اور حفظا کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ یہ باری تعالیٰ کے نظام ربوبیت کی حکمت و عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

إِشَارِيَّة





## فهرست

صفحه نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۳۷	القرآن	۱
۱۴۷	احادیث و آثار	۲
۱۴۸	اقوال	۳
۱۵۱	اعلام	۴





# القرآن

صفحة غير	حواله	آيت	نمبر شمار
		<b>البقرة : ٢</b>	
٩٩	٢٢:٢	وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً	١
٥٩	٢١٣:٢	فَهَدَىٰ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا	٢
٥٧	٢٥٦:٢	قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ	٣
٢٢	٢٥٩:٢	فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ ...	٤
		<b>آل عمران : ٣</b>	
٥٧	١٩٠:٣	إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	٥
١٣٠، ٨٤	١٩١:٣	وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	٦
		<b>النساء : ٤</b>	
٩٠، ٣٥، ٣٢	١:٤	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ	٧
		<b>الانعام : ٦</b>	
١٩	٢:٦	هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ	٨
١١، ١١٢	٣٨:٦	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ ...	٩
١١٦	٩٧:٦	خَالِقِ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ ...	١٠
٤٩، ٣٢	٩٩:٦	وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ	١١
		<b>الاعراف : ٧</b>	
١٥	٥٤:٧	إِنَّا لَهُ الْخَلْقُ وَلَهُ الْأَمْرُ	١٢
١١٦، ١٠١	٥٤:٧	وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ	١٣



صفحة رقم	حواله	آيت	شماره
٦٠	٤٣:٧	الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا <u>التوبة : ٩</u>	١٤
٢٢	٣٥:٩	يَوْمَ نَحْمِي عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ <u>يونس : ١٠</u>	١٥
٧٧	٣:١٠	إِنَّ رَبَّكُمْ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ ...	١٦
٧٨	٣:١٠	ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ	١٧
١٢١	٥:١٠	هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ...	١٨
١٢١	٦:١٠	إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ	١٩
٥٨	٩:١٠	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	٢٠
	٣١:١٠	قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ	٢١
١٢٣	٣٢:١٠	فَذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ	٢٢
		<u>هود : ١١</u>	
١٠٣، ١٠٠	٧:١١	وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	٢٣
		<u>يوسف : ١٢</u>	
١١٩	١٠٥:١٢	وَكَانَ مِنْ آيَةِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ..	٢٤
		<u>الرعد : ١٣</u>	
١١٤	٨:١٣	وَكُلَّ شَيْءٍ بَعْدَهُ بِمِقْدَارٍ	٢٥
		<u>ابراهيم : ١٤</u>	
٩٥	٤٨:١٤	يَوْمَ تَبَدَّلَ الْأَرْضُ غَيْرِ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ	٢٦

نمبر شمار	آيت	حواله	صفحه نمبر
	<b>الحجر : ١٥</b>		
٢٧	وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ	:١٥	٢١
٢٨	وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ	٢١ : ١٥	١١٤
٢٩	صَلْصَالٍ مِنْ حَمِيمٍ مُسْتَوُونَ	٢٦ : ١٥	٢٢ ، ٢٠
٣٠	وَالْجَانِ خَلْقُنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ .....	٢٧ : ١٥	٢٤
٣١	فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ .....	٢٩ : ١٥	٢٦
	<b>النحل : ١٦</b>		
٣٢	وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ	٨ : ١٦	
٣٣	وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً	٦٥ : ١٦	١٢٧
٣٤	وَأَنْ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ	٦٦ : ١٦	١٢٧
٣٥	وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ	٦٧ : ١٦	١٢٧
٣٦	وَإَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ ...	٦٨ : ١٦	١٢٧
٣٧	ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي	٦٩ : ١٦	١٢٧
	<b>بنی اسرائیل : ١٧</b>		
٣٨	إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هِيَ أَقْوَمُ	٩ : ١٧	٦٠
٣٩	وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ	٣٦ : ١٧	١١٩
٤٠	إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ	٣٦ : ١٧	٥٦
٤١	وَمَا أُوتِيتَ مِنَ الْعِلْمِ	٨٥ : ١٧	٧٠
	<b>كهف : ١٨</b>		
٤٢	وَإِذْ نَادَىٰ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ	٦٥ : ١٨	٥٧



صفحة غير	حواله	آيت	تعبير شمار
		<u>طه : ٢٠</u>	
٥٥	٥٠ : ٢٠	رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ	٤٣
		<u>الانبياء : ٢١</u>	
٨٤	٣٠ : ٢١	أولم ير الذين كفروا أن السموات	٤٤
١٩	٣٠ : ٢١	وجعلنا من الماء كلَّ شيءٍ حيٍّ	٤٥
١٠٥	٣٠ : ٢١	أفلا يؤمنون	٤٦
١٠١	٣٣ : ٢١	كلَّ في فلك يسبحون	٤٧
		<u>الحج : ٢٢</u>	
٣٧	٥ : ٢٢	ونقبّر في الأرحام ما نشاء إلى ...	٤٨
		<u>المؤمنون : ٢٣</u>	
٣٧	١٣ : ٢٣	ثم جعلناه نطفة ...	٤٩
٣٧	١٤ : ٢٣	ثم خلقنا النطفة علقة ...	٥٠
		<u>الفرقان : ٢٥</u>	
١١٦	٢ : ٢٥	ولم يكن له شريك ...	٥١
٤٧	٢ : ٢٥	وخلق كلَّ شيء ...	٥٢
١٩	٥٤ : ٢٥	وهو الذي خلق من الماء	٥٣
١٩	٥٤ : ٢٥	وكان ربك قديراً	٥٤
		<u>الشعراء : ٢٦</u>	
٥٦	٢١٢ : ٢٦	أنهم عن السمع لمغزولون	٥٥

صفحة غير	حواله	آيت	شمار غير
		<b>النمل : ٢٧</b>	
١٢٣	٦٠ : ٢٧	أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	٥٦
١٢٤	٢١ : ٢٧	أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا ...	٥٧
١٢٤	٦٢ : ٢٧	أَمَّنْ يَجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَا	٥٨
١٢٤	٦٣ : ٢٧	أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ	٥٩
١٢٥	٦٤ : ٢٧	أَمَّنْ يَدْعُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ...	٦٠
		<b>العنكبوت : ٢٩</b>	
١٢٠	٤٣ : ٢٩	وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا ...	٦١
١٢٠	٤٤ : ٢٩	خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ...	٦٢
	٦٩ : ٢٩	وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ ...	٦٣
		<b>الروم : ٣٠</b>	
١٢٢	٨ : ٣٠	أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ	٦٤
١١٧	٥٤ : ٣٠	اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ	٦٥
		<b>لقمان : ٣١</b>	
	٢٨ : ٣١	مَا خَلَقُكُمْ وَلَا بُعِثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ	٦٦
		<b>سجده : ٣٢</b>	
٧٧	٤ : ٣٢	اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	٦٧
٨١	٥ : ٣٢	يَدْبُرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ	٦٨
٧٨	٥ : ٣٢	ثُمَّ أَسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يَدْبُرُ الْأَمْرَ	٦٩
٣٤	٨ : ٣٢	ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ نَسْلِهِ مِنْ مَاءٍ	٧٠



صفحة رقم	حواله	آيت	نمبر شمار
٣٩	٩ : ٣٢	ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ	٧١
٥٧	٢٤ : ٣٢	وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ ...	٧٢
		<u>فاطر : ٣٥</u>	
٨٦	١ : ٣٥	يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ...	٧٣
		<u>يس : ٣٦</u>	
١١٥	٣٨ : ٣٦	وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا	٧٤
١٦	٨٢ : ٣٦	أَلَمْ أَمُرْهُ إِذَا أَرَادَ شَيْءًا أَنْ ...	٧٥
١٠٨	٨٢ : ٣٦	إِذَا أَرَادَ شَيْءًا أَنْ يَقُولَ لَهُ ...	٧٦
		<u>صافات : ٣٧</u>	
٢٠	١١ : ٣٧	أَنَا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ	٧٧
		<u>الزمر : ٣٩</u>	
١٢٠	٥ : ٣٩	خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ...	٧٨
٣٦	٦ : ٣٩	خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ	٧٩
٤١	٦ : ٣٩	يَخْلُقَكُمْ فِي بَطُونٍ أُمَّهَاتِكُمْ	٨٠
١١٧	٢١ : ٣٩	أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ...	٨١
٩٦	٦٧ : ٣٩	وَالسَّمَوَاتِ مَطْوِيَّاتٍ بِيَمِينِهِ	٨٢
		<u>المومن : ٤٠</u>	
١٨	٦٦ : ٤٠	وَأَمَرْتُ أَنْ أَسْلَمَ ...	٨٣
١٨	٦٧ : ٤٠	هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ...	٨٤

صفحة غير	حواله	آيت	غير شمار
		<b>خم سجدة : ٤١</b>	
١٠٧	٩ : ٤١	قُلْ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ	٨٥
١٠٨	١٠ : ٤١	وجعل فيها رواسي من ...	٨٦
٩٨ ، ٩٩	١١ : ٤١	ثم استوى الى السماء وهي ...	٨٧
١٠٦	١٢ : ٤١	ففضهن سبع سموات في ...	٨٨
١٣١	١٢ : ٤١	وزينا السماء الدنيا بمصابيح ...	٨٩
		<b>الشورى : ٤٢</b>	
١١٥	٢٧ : ٤٢	ولكن ينزل بقدر ما يشاء	٩٠
		<b>الزخرف : ٤٣</b>	
١١٥	١١ : ٤٣	والذي انزل من السماء ماء	٩١
		<b>الدخان : ٤٤</b>	
٩٧	١٠ : ٤٤	فارتقب يوم تأتي السماء بدخان	٩٢
		<b>احقاف : ٤٦</b>	
٥١	١٥ : ٤٦	حملته امة كرها ووضعته ...	٩٣
		<b>محمد : ٤٧</b>	
٥٩	٥ : ٤٧	سيهديهم ويصلح بالهم	٩٤
٥٩	١٧ : ٤٧	والذين اهتدوا زادهم هدى	٩٥
		<b>الذاريات : ٥١</b>	
١١٩	٢٠ : ٥١	وفي الارض ايات للمؤمنين	٩٦
١١٩	٢١ : ٥١	وفي انفسكم افلا تبصرون	٩٧



نمبر شمار	آيت	حواله	صفحه نمبر
	<b>القمر : ٥٤</b>		
٩٨	اَنَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْتُهُ بِقَدْرِ	٤٩ : ٥٤	١١٤
	<b>الرحمن : ٥٥</b>		
٩٩	خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ	١٤ : ٥٥	٢٣ - ٢٤
١٠٠	وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ	١٥ : ٥٥	
١٠١	يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ	٣٣ : ٥٥	١٠٢
	<b>الواقعة : ٥٦</b>		
١٠٢	اَفَرَأَيْتُمْ مَا تَمْنُونُ ...	٧٤٦٥٦ : ٥٦	١٢٩
	<b>الحديد : ٥٧</b>		
١٠٣	سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	٥٦١ : ٥٧	٧٧
	<b>التغابن : ٦٤</b>		
١٠٤	وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ	١١ : ٦٤	٥٨
	<b>الطلاق : ٦٥</b>		
١٠٥	اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ	١٢ : ٦٥	٧٩
	<b>المملك : ٦٧</b>		
١٠٦	الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ ...	٣ : ٦٧	١٠١
١٠٧	وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ ...	٢٣ : ٦٧	٥٦
	<b>المعارج : ٧٠</b>		
١٠٨	تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ	٤ : ٧٠	٨١

صفحة نمبر	حوالد	آيت	نمبر شمار
		<u>نوح : ٧١</u>	
١٢٥	٢٠-١٥ : ٨١	الْمُ تَرَوْنَ كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ ...	١٠٩
		<u>القيامة : ٧٥</u>	
٣٣	٣٧ : ٧٥	الْمُ يَكُ نَطْفَةً ...	١١٠
		<u>الدھر : ٧٦</u>	
٤٠ ٠٣٥ ٠٣٢	٢ : ٧٦	أَنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ ...	١١١
٥٨	٣ : ٧٦	أَنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ ...	١١٢
		<u>المرسلات : ٧٧</u>	
٤٩	٢٣-٢٠ : ٧٧	الْمُ نَخْلُقُكُمْ مِنْ مَّاءٍ ...	١١٣
٩٤	١٠-٨ : ٧٧	فَإِذَا النُّجُومُ ...	١١٤
		<u>النبياء : ٧٨</u>	
١٣٠	١٢ : ٧٨	وَبَيْنَمَا فَوْقَكُمْ سُبْحًا سُدَدًا	١١٥
٢٢	٢٥-٢٤ : ٧٨	لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا	١١٦
		<u>عبس : ٨٠</u>	
٤٧	٢٢-١٨ : ٨٠	مِنْ أَى شَيْءٍ خَلَقَهُ ...	١١٧
١٢٦	٣٢-٢٤ : ٨٠	فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ...	١١٨
		<u>التكوير : ٨١</u>	
٩٤	١ : ٨١	إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ...	١١٩
	٢ : ٨١	وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ...	١٢٠



صفحة نمبر	حواله	آيت	نمبر شمار
		<u>انفطار : ٨٢</u>	
٩٣	١ : ٨٢	اذا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ...	١٢١
٩٣	٢ : ٨٢	وَإِذَا الْكُوَاكِبُ انْتَشَرَتْ ...	١٢٢
٥١	٨-٦ : ٨٢	يَأْتِيهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ	١٢٣
		<u>انشقاق : ٨٤</u>	
٩٣	١ : ٨٤	اذا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ...	١٢٤
	٢ : ٨٤	وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَخَفَّتْ ...	١٢٥
		<u>الطارق : ٨٦</u>	
٣٣	٥ : ٨٦	فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ ...	١٢٦
		<u>اعلى : ٨٧</u>	
٤٨	٣-١ : ٨٧	سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى	١٢٧
		<u>الغاشية : ٨٨</u>	
٢٢	٤ : ٨٨	تصلى نارا حاميه ...	١٢٨
		<u>الفجر : ٨٩</u>	
٩٣	٢١ : ٨٩	كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا	١٢٩
		<u>علق : ٩٦</u>	
٣٧	٢-١ : ٩٦	اقراء باسم ربك الذي خلق	١٣٠

## احاديث و آثار

صفحة كتاب	احاديث و آثار	شمار
١٧	يا جابر ان الله تعالى خلق قبل	١
٩٤	الشمس والقمر مكوران يوم القيامة	٢
٩٥	تدنى الشمس يوم	٣
٩٥	يوم تبدل الارض	٤
٩٦	يطوى الله السموات يوم القيامة	٥
٩٧	انها لن تقوم حتى تروا قبورها	٦
٩٩	ان الارض خلقت قبل السماء	٧
١٠٠	فلما اراد الله ان يخلق ...	٨
٢٨	ان الله ما وقع ظلك على الارض	٩
	لنلا يضع الانسان قدمه ...	١٠
٢٨	ان الله عصمك من وقوع الذباب	١١
	على جسدك لانه يقع على النجاسات	
٢٧	فهبط جبريل في الملائكة	١٢



## اقوال

رقم	صاحب قول	اقوال	رقم
٢٧	قاضي عياض	انه كان لا ظل لشخصية في الشمس ولا قمر لانه كان نورا	١
٢٨	قاضي عياض	ان للذباب كان لا يقع	٢
٢٩	امام غزالي	وراء العقل طور اخر تنفتح فيه	٣
٨٢	ابو مسعود	في ستة ايام ... اى في ستة ...	٤
٨٢	امام راغب	اليوم يعبر به عن وقت طلوع الشمس	٥
٨٢	علامه آلوسي	ولا يمكن ان يراد باليوم اليوم	٦

## اعلام

صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
	(الف)	
۲۵	آدم (ابو البشر)	۱
۸۵	آرنو پنزیاز (Arno Penzias)	۲
۸۲	آوسی (علامہ)	۳
۸۵	آئن سٹائن (Ein Stein)	۴
۳۱	اسماء بنت ابی بکر	۵
۴۱	Orahilly	۶
۸۶	اقبال	۷
۳۰	انس	۸
۱۱۲	اوپرائن	۹
۸۵	ایڈون ہبل (Edwin Hubble)	۱۰
۸۲، ۲۶	ابو السعود العمادی	۱۱
۳۱	ابن الکن	۱۲
۱۰۰	ابو صالح	۱۳
۱۳	ابو الکلام آزاد	۱۴
۳۰	ابو امامہ	۱۵
	ابو موسیٰ اشعری	۱۶
۱۰۰	ابو مالک	۱۷



صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
۳۱	ابو نعیم	۱۸
۹۳	ابو ہریرہؓ	۱۹
	(ب)	
۳۰	بشیر بن عقیبہ الجہنیؓ	۲۰
۳۱	برکت	۲۱
	(ج)	
۲۷	جبرائیل	۲۲
۳۱، ۱۷	جابر بن عبد اللہ	۲۳
	(ح)	
۹۷	حذیفہ بن اسید غفاری	۲۴
	(خ)	
۵۷	حضر	۲۵
	(ڈ)	
۱۱۳	ڈارون	۲۶
	(ر)	
۸۵	رابرٹ ولسن	۲۷
	(Robert Wilson)	
۶۳	روم (مولانا)	۲۸
۸۳	راغب (امام)	۲۹
	(س)	
۱۰۰	سدی	۳۰

صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
	سٹریٹر (Streeter)	۳۱
۳۱	سعید بن منصور	۳۲
۳۰	سلو	۳۳
۳۰	سیمنز (Semens)	۳۴
	(ش)	
۵۴	شبلی (نعمانی)	۳۵
	(ط)	
۹۵	طیبی	۳۶
	(ع)	
۳۱	عائشہ	۳۷
۲۶	عبداللہ بن الجاحزہ	۳۸
۹۶، ۳۰	عبداللہ بن عمر	۳۹
	عبداللہ میر غنی	۴۰
۹۹، ۳۱	عبداللہ بن عباس	۴۱
۳۱	عبداللہ بن زبیر	۴۲
۲۸	عثمان	۴۳
۹۵، ۲۸	علی قاری (ملا)	۴۴
۳۰	علی	۴۵
۲۸	عمر	۴۶
۳۹، ۳۰	عمرو بن معاذ انصاری	۴۷
۳۱	عمرو بن السائب سفینہ	۴۸



صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
	(غ)	
۶۹	غزالی (امام)	۴۹
	(ق)	
	قنارہ	۵۰
	(ک)	
۲۶	کعب الاحبار	۵۱
۴۲	کیتھ مور	۵۲
	(ل)	
۴۱	Leen Hook	۵۳
۱۱۴	لیمارک (Lamarck)	۵۴
	(م)	
۳۱	مالک بن سنان	۵۵
۱۱۴	مالتھس (Malthus)	۵۶
۹۵	مقداد	۵۷
۱۱۴	مینڈل (Mendel)	۵۸
۱۱۴	مونوڈ (Monod)	۵۹
۳۰	محمد بن حاطب	۶۰
۲۸	محمد الف ثانی	۶۱
	(ن)	
۸۵	نیوٹن (Newton)	۶۲
	(و)	

صفحه نمبر	اعلام	نمبر شمار
۳۰	وانل بن حجر	۶۳
۱۱۲	وسن (Wilson)	۶۳
	(۵)	
۳۰	تمام بن نفيل السعدى	۶۵
	(۱)	
۲۷	يوسف بن اسماعيل	۶۶
۳۰	يزيد بن عبد الرحمن	۶۷



کتابیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم / متونی	مطبع / سن طباعت
۱	انقرآن الکریم	منزل من اللہ	
۲	عرفان انقرآن	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	منہاج القرآن پبلیکیشنز ۱۹۹۶ء
۳	فیوض القرآن	ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی	فیروز سنز لاہور ۱۹۸۹ء
۴	صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاری ۵۲۵۶ھ	اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
۵	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری ۵۲۶۱ھ	اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
۶	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ۵۲۷۵ھ	مطبع مجبائی لاہور ۱۳۰۵ھ
۸	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید ابن ماجہ ۵۲۷۳ھ	نور محمد کارخانہ کراچی
۹	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین تہریزی ۵۷۴۲ھ	اصح المطابع دہلی
۱۰	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل ۵۲۴۱ھ	مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
۱۱	سنن دار قطنی	امام علی بن عمر دار قطنی ۵۲۸۵ھ	نشر السنہ لبنان
۱۲	مستدرک حاکم	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم ۵۴۰۵ھ	دار الباز للنشر والتوضیح مکہ مکرمہ
۱۳	سنن دار قطنی	امام علی بن عمر دار قطنی ۵۲۸۵ھ	نشر السنہ لبنان
۱۴	تفسیر روح المعانی	شہاب الدین محمد آلوسی ۱۲۷۰ھ	دار الاحیاء التراث العربی بیروت
۱۵	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ	بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
۱۶	تفسیر ابن کثیر	حافظ عبد الغداء عماد الدین ابن کثیر ۷۷۴ھ	ادارۃ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ
۱۷	تفسیر نسفی	عبد اللہ بن العرب بن محمود نسفی	
۱۸	طبرانی	حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد ایوب طبرانی ۵۳۶۰ھ	مطبوعہ العراق
۱۹	دلائل النبوة	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی ۵۴۳۰ھ	دار السنن
۲۰	اصحاب	حافظ شہاب الدین عسقلانی ۸۵۲ھ	دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
۲۱	المواہب اللدنیہ	علامہ احمد عسقلانی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۲	زر قانی علی المواہب	علامہ احمد عسقلانی ۹۱۱ھ	دار المعرفہ بیروت لبنان ۱۳۹۳ھ
۲۳	سیرت حلبیہ	شیخ علی بن برحان الدین حلبی ۱۰۴۴ھ	مکتبہ اسلامیہ بیروت ۱۳۴۸ھ
۲۴	الہدایۃ الندیۃ	عبد الغنی نابلسی ۱۱۴۳ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۹۷۷ھ
۲۵	نشر الطیب	مولانا اشرف علی تھانوی ۱۳۲۶ھ	مکتبہ سنہیہ لاہور ۱۳۸۹ھ
۲۶	مصنف عبد الرزاق	امام عبد الرزاق بن ہمام ۲۱۱ھ	مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
۲۷	بجہ النفوس	شیخ عبد اللہ بن الجاجمرہ	



مطبع / بن طباعت	مصنف / مترجم / متوفی	کتاب	نمبر شمار
	امام ابن سبع	ثناء المردود	۲۸
	علامہ احمد قسطلانی، ۹۱۱ھ	مواهب اللدنیہ	۲۹
دار الکتب العلمیہ بیروت	حضرت مجدد الف ثانی، ۱۰۳۳ھ	مکتوبات امام ربانی	۳۰
مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۰ء	علامہ محمد بن محمد غزالی، ۵۰۵ھ	المنقذ من الضلال	۳۱
مطبوعہ لاہور ۱۳۰۵	علامہ حسن بن محمد راغب اصفہانی، ۵۰۲ھ	المفردات	۳۲
مکتبہ مرتضویہ ایران ۱۳۳۲ھ			